اسرار التنزیل نمبر ۳

المرشد

المرشد

اسرار التنزیل نمبر ۳

جلد نمبر ۴ | ماہ ذی قعدہ ذوالحجہ ۱۴۰۳ھ مطابق ستمبر، اکتوبر ۱۹۸۳ء | شمارہ نمبر ۱۱-۱۲

سرپرستِ اعلیٰ

حضرت العلام مولانا اللہ یار خان صاحب دامت برکاتہم

مدیر مسؤل حافظ عبدالرزاق ایم اے

★

بدلِ اشتراک خاص نمبر

۱۰/۰۰ روپے

زرسالانہ : ۳۵/۰۰ روپے

فی کاپی : ۳/۰۰ روپے

سول ایجنٹ

حافظ عبدالرزاق پرنٹر و پبلشر نے باہتمام منہاج الدین اصلاحی، شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر دارالعرفان "منارہ" ضلع جہلم سے شائع کیا۔

مدنی کتب خانہ۔ گنپت روڈ۔ لاہور

اداریہ

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے

کہ اس شمارہ کے ساتھ "المرشد" کی زندگی کا

چوتھا سال پایۂ تکمیل کو پہنچ رہا ہے۔ اس سے زیادہ

خوشی کی بات یہ ہے کہ اس سال کا آخری شمارہ "اسرار التنزیل"

نمبر کے نام سے شائع ہو رہا ہے گویا انما الاعمال بالخواتیم کے مصداق

اللہ تعالیٰ کے آخری کلام کے اسرار و رموز کے ساتھ سال کی تکمیل ہو رہی ہے ؛

یہ "نمبر" قرآن مجید کے تیسرے پارے پر مشتمل ہے۔ احباب سے درخواست ہے کہ

وہ مولانا منارویؒ کی درازی عمر کیلئے دعا کریں، اور اسی طرح "المرشد" کے حق میں بھی یہی دعا کریں

کہ کم از کم ستائیس برس میں کلام مجید کے تیس پاروں کے اسرار و رموز بیان کرنے کا سلسلہ پایۂ تکمیل کو پہنچ سکے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

اعلان

المرشد کے سرپرست حضرات کی خدمت میں التماس ہے کہ اس شمارہ کے ساتھ ہی ان کے سالانہ چندہ کی میعاد ختم ہو رہی ہے، اسلئے یہ شمارہ وصول کرتے ہی نئے سال کیلئے اپنی سرپرستی کو جاری رکھتے ہوئے سالانہ چندہ ارسال فرمائیں۔ اور اسی پر اکتفا نہ کریں، بلکہ المرشد کی خریداری کے حلقہ کو وسیع تر کرنے کی کوشش کریں۔ شکریہ

مدیر

اعلان ۲

المرشد کے سیٹ سن ۱۴۰۰ھ، ۱۴۰۱ھ اور ۱۴۰۲ھ مکمل و مجلد دفتر میں موجود ہیں،

متفرق پرچے بھی موجود ہیں، احباب اپنی لائبریری کیلئے رجوع فرمائیں،

ادارہ

مورخہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۸۳ء لنگر مخدوم کے اجتماع میں شریک ہونے والے احباب سرگودھا جنرل بس اسٹینڈ پہنچ کر طالب والا تک جانے والی بس پر سوار ہو جائیں۔ اور جان محمد والا بس سٹینڈ پر اتر کر ملک غلام محمد صاحب کے ڈیرے پر پہنچ جائیں۔ وہاں سے ملک صاحب موصوف خود لنگر پہنچانے کا انتظام کریں گے،

حسب الارشاد: استاد مکرم مدظلہ العالی

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ
مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ۭ وَاٰتَيْنَا
عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۭ
وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ
بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ
مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۣ
٣٣ ع ٥ ١ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۝٢٥٣ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا
مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ
وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝٢٥٤
اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ڬ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ
وَّلَا نَوْمٌ ۭ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَنْ
ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ
اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ
عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـــُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝٢٥٥

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۟ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ
فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ
اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۤ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۭ وَاللّٰهُ
سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٥٦﴾ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ
مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ڛ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰۗـــُٔــهُمُ
الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۭ
اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٥٧﴾ ع

ترجمہ :-

یہ حضرات مرسلین ایسے ہیں کہ ہم نے ان میں بعضوں کو بعضوں پر فوقیت بخشی ہے (مثلاً) بعضے ان میں وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہوئے ہیں (یعنی موسیٰؑ) اور بعضوں کو ان میں بہت سے درجوں میں سرفراز کیا اور ہم نے حضرت عیسیٰؑ بن مریم (علیہما السلام) کو کھلے کھلے دلائل عطا فرمائے اور ہم نے ان کی تائید روح القدس (یعنی جبرئیل) سے فرمائی اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو (امت کے) جو لوگ ان کے بعد ہوئے ہیں باہم قتل وقتال نہ کرتے بعد اس کے کہ ان کے پاس (امرحق) کے دلائل پہنچ چکے تھے لیکن وہ لوگ باہم (دین میں) مختلف ہوئے سو ان میں کوئی تو ایمان لایا اور کوئی کافر رہا (اور نوبت قتل وقتال کی پہنچی) اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو وہ لوگ باہم قتل وقتال نہ کرتے لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔

ترجمہ :-

اے ایمان والو خرچ کرلو ان چیزوں سے جو ہم نے تم کو دی ہیں قبل اس کے کہ وہ دن (قیامت کا) آجاوے جس میں نہ تو خرید وفروخت ہوگی اور نہ دوستی ہوگی اور نہ (بلا اذن الٰہی) کوئی سفارش ہوگی اور کافر ہی لوگ

ظلم کرتے ہیں (توتم ایسے مت ہو) اللہ تعالیٰ (ایسا ہے کہ) اس کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں۔ زندہ ہے سنبھالنے والا ہے (تمام عالم کا) نہ اس کو اونگھ دبا سکتی ہے اور نہ نیند۔ اُسی کے مملوک ہیں سب جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہیں۔ ایسا کون شخص ہے جو اس کے پاس (کسی کی) سفارش کر سکے بدون اس کی اجازت کے۔ وہ جانتا ہے ان کے تمام حاضر اور غائب حالات کو اور موجودات اس کے معلومات میں سے کسی چیز کو اپنے احاطہ علمی میں نہیں لا سکتے مگر جس قدر (علم دینا وہی) چاہے اس کی کرسی نے سب آسمانوں اور زمین کو اپنے اندر لے رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ان دونوں کی حفاظت کچھ گراں نہیں گزرتی اور وہ عالیشان عظیم الشان ہے دین میں زبردستی (کا فی نفسہٖ کوئی موقع) نہیں (کیونکہ) ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے سو جو شخص شیطان سے بد اعتقاد ہو اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ خوش اعتقاد ہو (یعنی اسلام قبول کرے) تو اس نے بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا جس کو کسی طرح شکستگی نہیں (ہو سکتی) اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والے ہیں خوب جاننے والے ہیں اللہ تعالیٰ ساتھی ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے ان کو کفر کی تاریکیوں سے نکال کر (یا بچا کر) نور (اسلام) کی طرف لاتا ہے اور جو لوگ کافر ہیں ان کے ساتھی شیاطین ہیں (انسی یا جنی) وہ ان کو نور (اسلام) سے نکال کر (یا بچا کر) کفر کی تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں ایسے لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں (اور) یہ لوگ اس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے۔

اسرار و معارف : رکوع ۱۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ..... الیٰ ..... وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ (۲۵۳)

پارہ دوم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت و نبوت کے اثبات کے موضوع پر ختم ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ اُمتوں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے احوال اس صحت کے ساتھ بیان کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل قرار دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ کسی مکتب و مدرسہ میں تعلیم حاصل کی۔ نہ کسی راہب و عالم سے کچھ سیکھا نہ آپ نے کبھی قصہ گوئی مجلس اختیار فرمائی۔ اور نہ عوامی میلوں میں کبھی شرکت فرمائی۔ بلکہ ایک ایسے معاشرے میں جس میں تعلیم و تعلّم کا سرے سے کوئی اہتمام ہی نہیں بحالت یتیمی پرورش پائی۔ اور پھر آپ کا بچپن بھی سادگی، سنجیدگی، صداقت شرم و حیا اور تنہائی کے محاسن پر محیط ہے۔ ایسے شخص کا جس کی عمر عزیز چالیس سال سے تجاوز ہو رہی ہے اور یہ چالیس برس صداقتوں کے سنگ میل ہیں یہ اعلان فرمانا کہ اللہ نے مجھ پر وحی نازل فرمائی ہے سراسر حق ہے کہ جس ہستی

نے اتنی عمر میں کسی انسان پر بھی جھوٹ نہ بولا ہو، وہ یکایک اللہ پر کیسے جھوٹ بول سکتا ہے؟ اور پھر اس کے ساتھ وہ حقائق پوری صحت کے ساتھ بیان فرمانا جنہیں سابقہ اُمتوں کے علماء بھی صحت کے ساتھ بیان نہیں کر سکتے، بے شک آپ کی رسالت کی دلیل ہے۔

اس کے بعد انبیاء و رسل کی فضیلت اور ان کا اعلیٰ مقام اور اس کی عظمت ارشاد فرما کر پھر آپ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عظمت کو جملہ انبیاء و رسل پر ارشاد فرمایا:۔

یہ اللہ کے رسولوں کی مقدس جماعت ہے۔ رسالت بجائے خود بہت بڑا مرتبہ ہے کہ نبی یا رسول ہی ایک فرد ہوتا ہے جو براہِ راست ذاتِ باری سے اخذِ فیض کرتا ہے۔ باقی مخلوق اس استعداد سے محروم ہے۔ اور ساری مخلوق کے لئے انتہائے کمال یہ ہے کہ اپنے نبی یا رسول سے ایسی نسبت حاصل ہو جائے کہ وہ اس کی وساطت سے فیوضاتِ باری کو پا سکے۔ انبیاء و رسل معصوم عن الخطا ہوتے ہیں کہ براہِ راست ذاتِ باری سے حصولِ فیض کے لئے عصمت شرط ہے۔ اس لئے اگر کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کسی انسان کو معصوم مانا تو گویا وہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد اجرائے نبوت کا قائل ہے اور یہ کفر ہے کیونکہ نبوت و رسالت آپؐ کی ذات والاصفات پر ختم ہے۔ اب قیامت تک یہی اُمت، یہی کتاب اور یہی دین رہے گا۔ حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اپنے نزول کے بعد اپنی کتاب یا اپنی شریعت پر عمل نہ فرمائیں گے بلکہ خود بھی شریعتِ محمدی کے تابع ہوں گے، اور لوگوں کو بھی اسی کی تعلیم و تلقین فرمائیں گے۔

انبیاء و رسل اگرچہ نبوت میں سب شریک ہیں مگر عند اللہ قرب میں اور آخرت کے ثواب میں اپنے مدارج میں جس میں بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ انبیاء کے درمیان تفضیل نہ کیا کرو۔ اس کے مختلف جوابات دئے گئے ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ یہ کام اپنی رائے سے مت کرو کہ کسی انسان کے بس کا نہیں۔ ہاں اگر کتاب اللہ یا حدیث پاک سے ثابت ہو تو پھر اس پر ایمان رکھنا ہوگا۔ دوسری بات یہ ہے کہ وصف نبوت میں سب برابر ہیں فرق صرف مراتب قرب الٰہی میں ہے جو صرف اللہ ارشاد فرما سکتا ہے یا اللہ کے حکم سے اللہ کا رسول بتا سکتا ہے، نیز ایسی فضیلت کسی حال نہ دی جائے گی جس میں دوسرے نبی کی کسرِ شان ہو کہ سب اعلیٰ اور اچھے ہیں پھر بعض اچھوں میں بھی بہت اچھے ہیں اور یہی طریقہ اہل اللہ کی ذوات سے بھی روا رکھنا چاہیئے کہ ولایت کا تعلق بندے اور اللہ کے بین ہے سو اللہ ہی جانے کہ کون زیادہ مقبول ہے ہاں حالات و واقعات بیان کرنے میں حرج نہیں مگر اس احتیاط

سے کہ کسی ایک کے ذکر سے دوسرے ولی اللہ کی توہین کا پہلو نہ نکلتا ہو۔

اب بعض فضائل کا ذکر ہے کہ کوئی براہِ راست اللہ سے ہم کلام ہوا، کسی کو اس سے بھی زیادہ مراتب نصیب ہوئے جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام کہ بغیر وحی کے واسطے کے اللہ سے شرف ہمکلامی نصیب ہوا۔ اللہ جس کو نبوت کے لئے چن لیتا ہے اسے عصمت عطا فرماتا ہے۔ نوعِ انسانی سے ہونا جملہ انسانی حاجات و ضروریات کے ساتھ اور زندگی کے جملہ تقاضوں کو مختلف بھلے برے معاشروں میں رہ کر پورا کرنا اور پھر ایسی دیانت امانت صداقت شرافت سے پورا کرنا کہ زندگی بھر کبھی گناہ یا معصیت سرزد نہ ہو۔ معصوم عن الخطاء ہے یہ صرف اور صرف نبی کا شان اور مقام ہے۔ غیر نبی کو نصیب نہیں۔ یہ رفعت انہیں حاصل ہے جن پہ وحی نازل ہوتی ؑ اب جس ہستی کو وحی کے بغیر براہِ راست اللہ جلّ سے شرف ہمکلامی نصیب ہوا اس کی شان کتنی بلند اور اس کی پاکیزگی و نفاست کس قدر اعلیٰ و ارفع ہوگی۔ سبحان اللہ۔ فرمایا بعض کے درجات اس سے بھی بہت بلند ہیں جس سے مفسرین کرام کے نزدیک آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی مراد ہے کہ وہاں شرف ہمکلامی ہے مگر بلا حجاب نہیں وہ پھر زمین ہی کے ایک حصہ پر یہ دولت نصیب ہوتی ہے مگر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم آسمانوں سے اوپر تشریف لے گئے۔ کروڑوں اربوں حجابات سے بالا، جہاں شرف ہمکلامی سے مشرف ہوئے کہ ارشاد ہوتا ہے۔ فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ مااوحیٰ جب یہ کلام ہو رہا تھا تو حامل وحی سدرۃ المنتہیٰ پہ منتظر تھے جو بہت نیچے ساتویں آسمان کے آخر پہ ایک مقام ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بہت اوپر بہت آگے جہاں اللہ نے چاہا تشریف رکھتے تھے اور پھر تجلیات باری سے بھی سیراب ہو رہے تھے کہ یہاں طور پہ دیدار جمال کا تقاضا ہوا تو فرمایا لن ترانی کہ برداشت نہ کر پاؤ گے اور پھر واقعی جب کوئی ذرہ تجلیٔ ذاتی کا جلوہ گر ہوا تو نہ طور برداشت کر پایا اور نہ اللہ کا رسول ہوش میں رہا۔

یہاں بھی علماء کی دو آراء ہیں بعض کے نزدیک دیدار باری نہیں ہوا اور بعض کے نزدیک ہوا کہ نہ ہونا تو دنیا میں ہے دنیا اور یہاں کی زندگی میں انسانی قوت برداشت ایسی نہیں کہ دیدار کر سکے مگر آخرت میں نگاہ دل دونوں کو وہ قوت عطا ہوگی کہ مومن اپنے رب کا دیدار کر سکیں گے اور یہ بات تو بالائے عرش کی ہے۔ جب وجود مادی جو مادہ سے صورت پذیر ہے مگر اس قدر شفاف اس قدر پاکیزہ اس قدر لطافت سے پُر ہے کہ بالائے عرش جہاں پہنچنے کو روحیں ترستی ہیں وہاں تشریف لے جا سکتا ہے۔ وہاں جب جنت و دوزخ کا ملاحظہ فرمایا جانا مذکور ہے براہ راست ہمکلام ہونا مذکور ہے تو دیدار سے مشرف ہونے میں کوئی شے مانع نہیں بلکہ اللہ کا یہ فرمان

مازاغ البصر و ماطغیٰ بجائے خود دیدار باری کی دلیل ہے کہ اگر جمال باری کا دیدار نہیں ہوا تو آنکھ کس چیز سے نہیں بھٹکی۔
میری ناقص رائے میں سب سے قریب تر جو ذاتی تجلی تھی وہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظ فرمائی
اور دیدار باری سے مراد بھی یہی ہے کہ تجلیات ذاتی کا دیدار ہو ورنہ ذات باری تو مخلوق کی رسائی ۔۔ سے
بالاتر ہے اگر کوئی ایک آنکھ ہی سہی جب وہ اللہ کو سما سکے تو وجود باری محدود قرار پائے گا جو باطل ہے اللہ حدود
سے بالاتر ہے سو اس کے دیدار سے مراد قریب ترین ذاتی تجلی جہاں تک مخلوق کی رسائی ہو سکی وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے مشاہدہ فرمائی یہ تجلی نہ عین ذات ہے اور نہ ذات سے جدا ہے اور اس فضیلت میں بھی بدستور ترقی ہوتی
رہے گی اور قریب سے قریب تر تجلیات کا دیدار نصیب ہوگا کہ دیدار باری کے مختلف مدارج بلحاظ افراد کے
ہوں گے بلحاظ مقامات کے ہوں گے بلحاظ اوقات کے ہوں گے جیسا کہ جنت میں سب جنتی دیدار باری سے
ضرور مشرف ہوں گے مگر اپنے اپنے درجے کے مطابق ایسے ہی بلحاظ فرد وقت اور بلحاظ مقام سب پر آقائے
نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو فضیلت حاصل ہے۔

ایسے ہی عیسیٰ علیہ السلام کو معجزات عطا فرمائے کہ بیماروں کو اچھا کرنا مادر زاد اندھوں کو بینا کرنا اور کوڑھ
کے مریضوں کو تندرست کر دینا مٹی کا پرندہ بنا کر اس میں دم کرنا اور اس کا زندہ ہو جانا مردوں کو زندہ کرنا آپ
کے معجزات میں سے تھا اور آپ پر آسمان سے خوان اتارا گیا تھا نیز یہود سے حفاظت کے لئے روح القدس یعنی
جبرائیل امین آپ کے ساتھ رہتے تھے۔ یہ سب اللہ کے انعامات تھے ان کی صداقت کی دلیل اور حقانیت کا ثبوت
تھے نہ یہ کہ یہود نے موسیٰ علیہ السلام کو تو مانا مگر عیسیٰ علیہ السلام کی توہین پہ اتر آئے اور عیسائی حضرات نے
حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا بنا دیا یہ دونوں نظریئے باطل قرار پائے اور کمالات موسوی نیز کمالات عیسوی ان حضرات
کی نبوت کا ثبوت اور اللہ کے انعامات ہیں سو ان کے ارشادات اور ان کی تعلیمات پہ عمل ہی کا نام ان سے نسبت ہے
مشرکین عرب کے ساتھ یہود نصاریٰ ہی دو قوتیں تھیں جو اپنی مذہبی حیثیت منوانے پہ مصر تھیں اور خود کو حق پر
کہتی تھیں سو انبیاء کے فضائل کے ضمن میں یہ بات بھی واضح ہو گئی۔ انبیاء سابقہ کی تعلیمات میں بھی یہ بات
موجود تھی کہ بعثت محمدیؐ کے بعد صرف حضور کا اتباع ضروری ہوگا۔ اب ہر شخص کا معاملہ اللہ سے ہے اور جیسا اس
کا تعلق ہوتا ہے ویسے اللہ نتائج مرتب فرماتا ہے وہ قادر ہے چاہتا تو سب کو بچا لیتا اور ایسی عظیم ہستیوں کی
بعثت کے بعد اور اس قدر روشن دلائل کے بعد لوگ گمراہ نہ ہوتے نہ ایک دوسرے کے گلے کاٹتے اور نہ فساد بپا
کرتے لیکن یہ سب کچھ ہوا کہ اللہ کی حکمت نے انہیں اپنی راہ پسند کرنے کا اختیار بخشا تھا سو لوگوں نے اختلاف

کیا آراء میں اعمال میں اور یہی اختلاف بڑھ کر قتل و غارتگری تک پہنچا سو کوئی ایمان پہ قائم رہا اور کچھ دوسرے کفر کی گمراہی میں چلے گئے اللہ تو قادر ہے اگر بچانا چاہتا تو یقیناً ایک دوسرے کو قتل نہ کرتے مگر وہ حکیم و دانا ہے اور مالک و مختار جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

اس میں بہت بڑی تسلی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی ہے کہ اختلاف لوگوں کی فطرت ہے یقیناً آپ سے بھی کریں گے کہ کبھی سارے لوگ ایک بات پہ جمع نہیں ہوتے۔ ع

یا ایھا الذین اٰمنوا انفقوا ۔۔ والکٰفرون ھم الظٰلمون ۲۵۴

اصلاح احوال کی بنیاد معاشیات پر ہے اگر دیکھا جائے تو تمام مذاہب باطلہ کا ماحصل دنیاوی خواہشات کی تکمیل کی آرزو ہے۔ انسان مختلف امور میں ساری محنت حصول زر پہ کرتا ہے کہ تکمیل خواہشات کا بہت بڑا ذریعہ دولت ہی ہے اور یہیں سے اختلافات اور فسادات کی ابتدا ہوتی ہے لیکن اگر دولت کے خرچ کو محدود کر دیا جائے اور مصارف کی حد مقرر ہو تو ناجائز ذرائع سے حصول دولت کی ضرورت رہتی ہے نہ فائدہ۔ دنیا کے معاشی نظام صرف حصولِ زر کے قواعد سے بحث کرتے ہیں مگر اسلام رزق کو اللہ کی طرف سے تسلیم کرتا ہے کہ انسان صرف محنت کرنے کا مکلف ہے رزق دینا اللہ کا اپنا کام ہے زیادہ عطا کرے یا کم۔ پھر رزق حاصل ہو جانے کے بعد اس کے مصارف متعین ہیں۔ صدقات واجبہ جن کا ادا کرنا واجب ہے اور نافلہ۔

نفس انسانی دنیا کی لذات پہ خرچ کرنا زیادہ پسند کرتا ہے مگر اللہ اسے انفاق کی دعوت دیتا ہے۔ انفاق سے مراد اللہ کے حکم کے مطابق خرچ کرنا ہے خواہ وہ خرچ زکوٰۃ و صدقہ ہو یا بیوی بچوں کا خرچ ہو، جہاں بھی اللہ کی اطاعت میں خرچ ہوگا وہ انفاق فی سبیل اللہ میں شمار ہوگا تو ظاہر ہے کہ اس سے انسان کی دنیاوی ضروریات بھی پوری ہوں گی اور آخرت کا اجر بھی مرتب ہوگا جو ابدی راحت ہے اور جس کے حصول کے لئے دنیا میں انسان کو بھیجا گیا ہے تو جب نگاہ تعمیر آخرت پر ہوگی تو قبول حق میں کوئی شے مانع نہ ہوگی اور جو شخص آخرت کو چھوڑ کر اس عارضی اور فانی زندگی کی لذات پر قناعت کرلے تو ایسے کم ظرف سے بھلائی کی امید عبث۔ اس کے ساتھ تھوڑا سا نقشہ آخرت کا کھینچا گیا ہے کہ اعمال حسنہ ہی اس روز کا سرمایہ ہیں ان کی جگہ نہ کسی کی دوستی پُر کر سکے گی نہ قیمتاً کوئی ایسی شے جو اس ضرورت کو پورا کرے مل سکے گی اور نہ کسی کی سفارش کام آئے گی کہ شفاعت کے لئے بھی ایمان شرط ہے اور مومن کبھی دنیا کو آخرت پہ ترجیح نہیں دیتا خطاءً کوئی فعل سرزد ہو تو فوراً توبہ کرتا ہے اس کے ازالے کی کوشش کرتا ہے لیکن کافر بہت بڑے زیادتی کرنے والے ہیں اور ظالم ہیں کہ کائنات میں اپنی خواہشات اور آرزوؤں کا

لفافہ چاہتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ کائنات کا مالک اللہ ہے۔

اللّٰہُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ...... وھو العلی العظیم۔۲۵۵۔

اللہ جس کے سوا کوئی بھی یہ حق نہیں رکھتا کہ اس کی عبادت کی جائے ہر طرح سے اطاعت اسی کی ہے، جو ہمیشہ زندہ ہے اور ساری کائنات کی زندگی اس کی قدرت اور عطا سے ہے جو بذات خود قائم ہے اور ساری کائنات اور اس کے جملہ نظام کو قائم رکھنے والا ہے جسے نہ کبھی سستی متاثر کر سکتی ہے اور نہ جس پہ نیند طاری ہو سکتی ہے نہ کسی کا محتاج ہے اور نہ ہی کمزور۔ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ کے لئے ہے جس کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا اور جو حقیقتاً ارض وسما اور مافیہا کا مالک ہے جس کی عظمت وہیبت کے سامنے کسی کو مجال دم زدن نہیں کوئی نہیں جو اس کی اجازت کے سوا کسی کی سفارش بھی کر سکے وہ ساری مخلوق کے اول و آخر اور ظاہر و باطن سے پوری طرح آگاہ ہے ہر وقت ہر شے سے باخبر ہے اور مخلوق اس کے علم کو احاطہ نہیں کر سکتی صرف اسی قدر جان سکتی ہے جس قدر وہ خود آگاہ فرما دے جس کو جو بخشے وہی اس کا کمال علم ہے اس سے آگے کچھ نہیں جان سکتا۔ اس کی کرسی آسمانوں اور زمینوں سے وسیع تر ہے اور تمام جہانوں کو تھامنا قائم رکھنا ان کا نظام چلانا اسے کچھ بھی تو گراں نہیں وہ بہت بلند تر ہے عظمت والا ہے۔

لفظ کرسی سے اپنے معاملات پہ قیاس نہ کیا جائے اللہ جل شانہ جسمانیت اور حیز مکان سے بالاتر ہے سو ان آیات کی حقیقت وکیفیت کا ادراک انسانی عقل سے بالاتر ہے البتہ یہ ثابت ہے کہ عرش اور کرسی دو عظیم الشان وجود ہیں جو ارض وسما سے بہت بڑے ہیں ابن کثیر میں بروایت حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نقل ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کرسی کیا ہے اور کیسی ہے تو ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ ساتوں آسمان اور زمینیں کرسی کے مقابلہ میں ایسے ہیں، جیسے کسی بڑے میدان میں کوئی حلقہ انگشتری جیسا دوسری روایات میں ہے کہ کرسی کی مثال عرش کے سامنے ایسی ہے جیسے کسی بہت بڑے میدان کے مقابل ایک انگشتری۔ اس آیہ کریمہ میں اللہ جل جلالہ کی ذات وصفات کے کمالات کا عجیب انداز میں بیان ہے کہ جسے جاننے کے بعد کوئی ذرا بھر عقل رکھنے والا آدمی بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ تمام عزت وعظمت اور اقتدار واختیار اسی ذات بے ہمتا کو سزاوار ہے۔

یہ آیہ کریمہ آیۃ الکرسی کہلاتی ہے۔ احادیث مبارکہ میں اس کے بے شمار فضائل اور برکات کا ذکر ہے۔ شیطان اور اس کے وساوس سے بچنے کے لئے اور اللہ کی رحمت وشفقت کو پانے کے لئے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر فرض نماز کے بعد اس کو پڑھنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۔۔۔۔۔۔ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۲۵۶

یہ سب واضح ہو جانے کے بعد اب کسی کو قبول اسلام کے لئے مجبور نہ کیا جائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور نزول کتاب سے ہدایت اور حق واضح ہو گیا اور راہ روشن ہو گئی۔ اب ہر انسان کو اختیار ہے کہ حق کو قبول کرے یا نہ کرے لیکن اگر کفر پہ قائم بھی رہے تو دنیا میں فساد بپا کرنے کی اجازت نہ دی جائے گی بلکہ جس طرح سانپ بچھو کو مارا جاتا ہے کہ مخلوق کو ایذا نہ دیں اسی طرح مسلمان کافروں سے جہاد کریں گے۔ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ وَهُمْ صٰغِرُوْنَ ۝ کہ وہ اگر کفر پہ رہنا چاہتے ہیں تو رہیں مگر جزیہ دے کر اور قانون اسلام کے تابع ہو کر رہاں ایک اختیار ہر حال دیا جائے گا کہ ایمان دل کا فعل ہے اگر چاہیں تو ایمان لائیں نہ چاہیں تو نہ لائیں۔ اس آیت کا ایک سرکاری ترجمہ بھی ہے کہ دین کے معاملہ میں کسی کو نہ پوچھا جائے خواہ وہ نماز ادا کرے یا نہ روزہ رکھے یہ تاثر سراسر غلط ہے یہ رعایت قبول اسلام کے لئے ہے، جب قبول کر لیا تو تمام احکام پہ عمل کرنا ہوگا ورنہ حاکم مکلف ہے کہ عمل نہ کرنے والوں کو وہ سزائیں دے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمائی ہیں ورنہ حاکم بھی ساتھ ماخوذ ہوگا اور ایک ایک بدکار کے ساتھ روزِ حشر جوابدہ ہوگا۔

جس کسی نے طاغوت یعنی شیطان خواہ جنوں سے ہو یا انسانوں سے کا انکار کیا اس سے اپنی امیدیں توڑ لیں اور اللہ پر ایمان لایا اپنی تمام امیدوں کا مرکز اللہ کو یقین کیا تو اس نے ایک ایسا حلقہ تھام لیا جو کبھی نہ ٹوٹے گا یعنی ہمیشہ کامیاب رہا اور اللہ ہر ایک کی سنتا بھی ہے اور سب کے بھیدوں اور ارادوں کو جانتا بھی ہے۔

★

اَلَمْ تَرَ اِلَى

الَّذِىْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِىْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ
اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّىَ الَّذِىْ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا
اُحْىٖ وَاُمِيْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِىْ بِالشَّمْسِ
مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِىْ
كَفَرَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٢٥٨﴾ اَوْ كَالَّذِىْ
مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ
اَنّٰى يُحْىٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ
مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ
يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ
فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ
اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى
الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا
تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢٥٩﴾
وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِىْ كَيْفَ تُحْىِ الْمَوْتٰى

قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِىْ ؕ
قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ
اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ
يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶۰﴾

ترجمہ :-

(اے مخاطب) تجھ کو اس شخص کا قصہ تحقیق نہیں ہوا (یعنی نمرود کا) جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مباحثہ کیا تھا اپنے پروردگار کے (وجود کے) بارہ میں اس وجہ سے کہ خدا تعالیٰ نے اس کو سلطنت دی تھی جب ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا پروردگار ایسا ہے کہ وہ جلاتا ہے اور مارتا ہے کہنے لگا کہ میں بھی جلاتا ہوں اور مارتا ہوں ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آفتاب کو (روز کے روز) مشرق سے نکالتا ہے تو (ایک ہی دن) مغرب سے نکال دے اس پر متحیر رہ گیا وہ (اور کچھ جواب نہ بن آیا) اور اللہ تعالیٰ (کی عادت ہے کہ) ایسے بیجا راہ پر چلنے والوں کو ہدایت نہیں فرماتے یا تم کو اس طرح کا قصہ بھی معلوم ہے جیسے ایک شخص تھا کہ ایک بستی پر ایسی حالت میں اس کا گزر ہوا کہ اسکے مکانات اپنی چھتوں پر گر گئے تھے۔ کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ اس بستی (کے مُردوں) کو اس کے مرے پیچھے کس کیفیت سے زندہ کریں گے سو اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو سو برس تک مردہ رکھا پھر اس کو زندہ کر اُٹھایا (اور پھر) پوچھا کہ تو کتنے (دنوں) اس حالت میں رہا۔ اس شخص نے جواب دیا کہ ایک دن رہا ہونگا یا ایک دن سے بھی کم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تو (اس حالت میں) سو برس رہا ہے تو اپنے کھانے (کی چیز) اور پینے (کی چیز) کو دیکھ لے کہ نہیں سڑی گلی اور (دوسرے) اپنے گدھے کی طرف نظر کر اور تاکہ ہم تجھ کو ایک نظیر لوگوں کے لئے بنا دیں اور (اس گدھے کی) ہڈیوں کی طرف نظر کر کہ ہم ان کو کس طرح ترکیب دیئے دیتے ہیں پھر ان پر گوشت چڑھا دیتے ہیں پھر جب یہ سب کیفیت اس شخص کو واضح ہو گئی تو کہہ اُٹھا کہ میں یقین رکھتا ہوں کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں اور اس وقت کو یاد کر جب کہ ابراہیمؑ نے عرض کیا کہ اے میرے

پروردگار مجھ کو دکھلا دیجئے کہ آپ مُردوں کو کس کیفیت سے زندہ کریں گے؟ ارشاد فرمایا کیا تم یقین نہیں لائے انہوں نے عرض کیا کہ یقین کیوں نہ لاتا لیکن اس غرض سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ میرے قلب کو سکون ہو جاوے ارشاد ہوا کہ اچھا تو تم چار پرندے لو پھر انکو (پال کر) اپنے لئے ہلا لو پھر ہر پہاڑ پر ان میں کا ایک ایک حصّہ رکھ دو (اور) پھر ان سب کو بلاؤ (دیکھو) تمہارے پاس سب دوڑے (دوڑے) چلے آویں گے اور خوب یقین رکھو اس بات کا کہ حق تعالیٰ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔

اسرار و معارف

اللہ ولی الذین امنوا .. .. ھم فیھا خلدون ۲۵۷

اللہ مومنین کا دوست ہے اللہ ایمان والوں کا مددگار ہے جب اس کی عظمت کو تسلیم کرتے ہیں تو وہ کفر کی تاریکی اور گمراہی کی دلدل سے نکال کر دین اسلام کے نور سے منور کرتا ہے ان کے دل روشن اور آنکھیں بینا ہوتی ہیں انہیں عقل سلیم عطا ہوتی ہے اور اللہ ان پر ہدایت کے دروازے کھول دیتا ہے اور جو لوگ اللہ کی عظمت کا انکار کرتے ہیں یا اللہ کے سوا کسی سے امیدیں باندھتے ہیں ان کے ساتھ شیطان لگ جاتے ہیں جنوں سے بھی اور انسانوں سے بھی یہ شیطان انہیں نور اسلام نور ہدایت سے دور لے جا کر کفر کی تاریکیوں اور برائی کی دلدل میں پھنساتے ہیں ایسے ہی لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں جو اس میں ہمیشہ رہیں گے

یاد رہے دین کسی پر زبردستی نہ ٹھونسا جائے گا مگر قبول اسلام کے بعد عمل ضرور کرایا جائے گا اور اگر بعد قبول ترک کر دے تو باغی قرار پا کر قتل کیا جائے گا جو لوگ قبول نہ کریں انہیں بھی اللہ کی زمین پر بے لگام نہیں چھوڑا جانا چاہیئے بلکہ مسلمانوں پر فرض ہے کہ ہر اس کافر سے جہاد کریں جو اللہ کی زمین پر اپنی مرضی مسلط کرنا چاہتا ہے یا کئے ہوئے ہے اور عین جہاد میں ان لوگوں کو جو بے ضرر ہیں خواہ کافر ہوں کچھ نہ کہا جائے گا جیسے بوڑھے بچے، عورتیں یا اپاہج وغیرہ غرض مسلمان کے فرائض میں اللہ کی زمین سے ظلم و ستم کو مٹا کر امن و امان اور عدل و انصاف کا قیام بھی ہے۔ ۴۶

الم تر الی الذی حاج ابرٰھیم .... الی واللہ لا یھدی القوم الظلمین۔ ۲۵۸

ایمان مسلط اس لئے نہیں کیا جا سکتا کہ یہ ایک ایسی کیفیت کا نام ہے جو اللہ کی طرف سے دل پر وارد ہوتی ہے اور جس کے ورود کا سبب وہ تمنا اور وہ خواہش ہے جسے کتاب اللہ نے انابت کا نام دیا ہے اگر

کسی دل میں انابت ہی نہ ہو تو لاکھ کوشش اور ہزار حجت کے بعد بھی اسے ایمان نصیب نہیں ہوتا پھر یہاں زبردستی کیسی؛ اس ضمن میں بطور مثال ارشاد ہے کہ ذرا اس شخص کے حالات کو دیکھئے جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جھگڑا کیا اور وہ بھی ربوبیت باری میں حالانکہ اللہ نے ہی اسے ملک عطا کیا تھا یعنی خود اس کی ذات اور اس کی بہت بڑی سلطنت ربوبیت باری ہی کے تو مظہر ہیں اور حق یہ تھا کہ وہ شکر ادا کرتا مگر اس نے سرکشی اختیار کی خود خدا ہونے کا دعویٰ کیا اور لوگوں سے کہا تمہارا رب میں ہوں مجھے سجدہ کرو جب سیدنا ابراہیم خلیل اللہ نے بت توڑے اور اعلان نبوت فرمایا تو اس نے دربار میں طلب کر کے پوچھا کہ آپ کس رب کی طرف دعوت دے رہے ہیں سب کا رب تو میں ہوں اور تمام لوگوں کی ضروریات تو میری حکومت پوری کر رہی ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میرا رب وہ ہے یا میں اس رب کی طرف دعوت دیتا ہوں جو زندگی بخشتا ہے جو خالق ہے اور جو موت دیتا ہے کہ وقت مقررہ پر ہر کوئی موت کے منہ میں چلا جا رہا ہے حتیٰ کہ ربوبیت کے جھوٹے مدعی بھی پیدا ہوتے ہیں اور پھر مر جاتے ہیں۔ کائنات کے نظام کو نہ ان کی پیدائش متاثر کر سکتی ہے نہ موت اگر تو اور تیرے جیسے بندے رب ہوتے تو یقیناً ان کے سوا یہ عالم قائم نہ رہ سکتا، حالانکہ واقعہ اس کے برعکس ہے سو حقیقی رب وہی ہے جو زندگی اور موت کا بھی دینے والا ہے اس کے جواب میں نمرود نے دو قیدی منگوائے ایک کو بری کر دیا اور دوسرے کو قتل کرا دیا اور کہنے لگا میں بھی تو زندگی اور موت دینے والا ہوں، کس قدر احمقانہ جواب تھا مگر یہ بات نمرود بھی جانتا تھا کہ مناظرے کے جج عوام ہوا کرتے ہیں جن کی اکثریت علم سے عاری اور محض باتوں پر فدا ہوتی ہے سو کٹ حجتی کر گیا مگر اللہ کے رسولوں کے پاس دلائل بھی تو اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ اللہ ساری کائنات کا خالق ہے اس کے سارے نظام کا بنانے والا اور چلانے والا ہے اس نے سورج کو مشرق سے نکل کر مغرب کی طرف غروب ہونے پہ مقرر فرمایا ہے اگر تو رب ہے اور اس کائنات کو تو چلا رہا ہے تو ذرا اس نظام کو بدل دے اور سورج کو الٹے چکر پہ لگا مشرق سے طلوع ہونے کی بجائے مغرب سے نکل آئے تو بو کھلا اٹھا وہ جان گیا کہ اگر یہ سوال حضرت پہ لوٹا دوں تو یقیناً جو رب مشرق سے طلوع کرتا ہے وہ مغرب سے طلوع کرنے پہ بھی قادر ہے اگر ان کی دعا سے ایسا ہو گیا تو غضب ہو جائے گا لوگ ان کی بات قبول کر لیں گے اس کے علاوہ کوئی جواب نہ تھا سو بھڑک اٹھا اور آگ میں پھینکنے کا حکم دیا یعنی روایات میں ہے کہ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب نمرود نے حضرت کو آگ میں ڈالنے کے لئے جیل سے طلب کیا اور پھر آگ میں ڈال کر آگ کو گلزار بنتے دیکھ لیا مگر کافر ہی رہا کہ اللہ ظالموں کو بے جا کرنے والوں کو کبھی ہدایت اور ایمان نصیب نہیں فرماتا دل جو

صرف طلب الٰہی کے لئے ہے اس میں دنیا یا جاہ و حشمت کی طلب بھر دینا کیا یہ بہت بڑا ظلم نہیں ہے ، ایسے ظالم کبھی ہدایت نہیں پاتے

او کالذی مر علیٰ قریۃٍ . . . . ان اللّٰہ علیٰ کل شیءٍ قدیر ۲۵۹

یا پھر ایسا ہی عجیب قصہ اس شخص کا ہے جس کا گذر ایک اجڑے ہوئے شہر پہ ہوا یہ شخص حضرت عزیر علیہ السلام تھے اور تباہ شدہ بستی بیت المقدس جسے بخت نصر نامی بادشاہ نے بری طرح برباد کر دیا تھا جب بنی اسرائیل کی بدکاریاں حد سے بڑھیں تو اللہ نے بخت نصر کو ان پر مسلط کر دیا جو بہت ظالم تھا اس نے شہر کو تاراج کر دیا تورات کے تمام نسخے جلا ڈالے اور بے شمار لوگوں کو قتل کیا جو بچ رہے انہیں قیدی بنا کر لے گیا ۔ حضرت عزیر علیہ السلام جو تباہی کے وقت جنگل کو نکل گئے تھے جیسا کہ قاعدہ ہے کہ جب قوموں پہ عذاب نازل ہو تو اللہ کے بندوں کو ان سے جدا کر دیا جاتا ہے بخت نصر کی واپسی کے بعد شہر کو لوٹے تو سخت بربادی نظر آئی نہ سبزہ تھا نہ درخت باقی نہ مکان تھے نہ مکینوں کا پتہ کھنڈر انسانی وجودوں کے کٹے پھٹے متعفن ٹکڑوں سے بھرے پڑے تھے اور سڑتی گلی لاشیں بربادی پہ نوحہ خواں تھیں تو بے ساختہ پکار اٹھے کہ ان لوگوں کو اللہ جل شانہ کیسے زندہ فرمائیں گے یعنی ان کی دوبارہ زندگی کی کیا صورت ہوگی جن کے اجزا سے جسم درندے لے اڑے ۔ پرندوں نے نوچے آگ میں جلے اور مکان کی راکھ میں مل گئے یا ہوا لے اڑی غرض بہت بری طرح تباہ ہوئے اب یہ کیونکر زندہ ہوں گے یہ ایک اظہار حیرت تھا اللہ کی قدرت پر ورنہ وہ خوب جانتے تھے کہ ایسا ضرور ہوگا مگر اس ہونے کی کیفیت کیا ہوگی یہ اللہ ہی جانے اسی سوچ میں آرام کرنے کو لیٹ گئے سواری کا گدھا باندھا اور کچھ انگوروں کا رس اور انجیر وغیرہ کا توشہ جو جنگل سے لائے تھے رکھ دیا سو اللہ نے ان پر ایسی نیند مسلط فرما دی جو موت کی طرح تھی ۔ واقعتاً فوت نہ ہوئے تھے کہ برزخ سے لوٹ کر آدمی مکلف نہیں ہوتا ، حالانکہ آپ نے دوبارہ دنیا کو اللہ کی طرف دعوت دینے کا فریضہ ادا فرمایا سو نہ تو روح قبض ہو کر برزخ میں پہنچی اور نہ زندوں کے ساتھ کوئی تعلق رہا ، بلکہ ان کی کیفیت اس کے درمیان رہی ۔ اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے نہ صرف ان کے وجود کی حفاظت فرمائی بلکہ ان کے کھانے اور شربت کو بھی محفوظ رکھا کہ موسم کے اثرات اس کا کچھ بگاڑ سکے اور نہ ایک صدی کا طویل فاصلہ اسے خراب کر سکا اور چشم عالم سے پوشیدہ بھی رکھا کہ کسی نے سو سال میں ان کا وجود یا کھانا پینا دیکھا نہ اس پہ مٹی یا دھول جمی بلکہ ایسے محفوظ رہے جب اللہ نے اٹھایا تو خود ان کو اپنے وجود یا لباس میں کوئی ذرہ بھر تغیر نظر نہ آیا ، گویا ایک طرف صدی بیت گئی اور دوسری طرف ایک لمحہ بھی نہ گذرا بالکل ایسے جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

شبِ معراج تشریف لے گئے۔ بیت المقدس اور پھر آسمانوں پہ اور پھر آگے اور پھر جنت دوزخ کا مشاہدہ فرماکر واپس لوٹے تو وہی وقت تھا۔ کنڈی ہل رہی تھی اور بستر گرم یعنی اِس جانب لمحہ بھی نہ گذرا تھا خواہ ادھر سالوں بیت گئے ہوں، سو ایک صدی کے بعد اللہ نے اٹھادیا۔ دریں اثناء تقریباً ستر، سال بعد بنی اسرائیل قید و بند سے چھوٹے بخت نصر کو اللہ نے ہلاک کیا اور انہیں دوبارہ آباد ہونے کی توفیق بخشی سو تیس سالوں میں شہر خوب آباد ہوا۔

ادھر حضرت عزیر علیہ السلام اٹھے تو اللہؐ نے استفسار فرمایا کہ آپ یہاں کتنی دیر ٹھہرے عرض کیا دن بھر یا اس سے بھی کچھ کم دیر رکا ہوں گا تو ارشاد ہوا حقیقتاً ایسا نہیں ہے بلکہ آپ سو سال یہاں ٹھہرے ہیں اور ہماری قدرت کا تماشہ دیکھیں کہ آپ اس طویل مدت کو محسوس تک نہیں کر پائے اسی طرح آپ کا توشہ بھی محفوظ ہے نہ کسی ذی روح نے چھیڑا ہے اور نہ ہی بادل و بارش نہ ہی تیز ہوائیں اس کا کچھ بگاڑ سکیں اور نہ سو سال تک تمازتِ آفتاب نے اسے متاثر کیا ہے۔ اِس کے ساتھ آپ کا گدھا تھا جو حوادث کی نظر ہوا اِسکی حفاظت نہیں کی گئی کہ آپ خود دیکھ سکیں کہ مردے کس طرح سے جی اُٹھینگے اور کیا کیفیت ہو گی۔ اس کی ہڈیوں کو دیکھیں کِس طرح یکجا ہوتی ہیں اور پھر کِس طرح سے اس کے جسم کے ذرات جو ہوائیں لے اُڑی تھیں یا جانوروں اور پرندوں کی غذائیں بن گئے تھے یا آبی طوفانوں کی نظر ہوئے۔ واپس لوٹ کر پھر سے گوشت اور چمڑا بن کر اپنی اصل جگہ پر آتے ہیں۔ اور یہ سب عجائبات کا مشاہدہ آپ کو اس لئے کرایا گیا۔ کہ آپ اپنے سوال کا جواب بھی پالیں۔ یعنی دوبارہ جی اُٹھنے کی کیفیت بھی دیکھ لیں اور خود آپ کا وجود لوگوں کیلئے قدرت باری کی دلیل بن جائے۔ آج کل سماع موتٰی اور عدم سماع کی بحث چل نکلی ہے۔ اور عدم سماع کے قائل حضرات یہاں سے بھی دلیل پکڑتے ہیں کہ حضرت عزیر علیہ السلام کو کوئی پتہ نہ چل سکا اِس لیے برزخ والے کچھ سُن نہیں سکتے۔ سو یہاں سے استدلال بے جا ہے کہ نہ حضرت عزیر علیہ السلام پر طبعی موت وارد ہوئی نہ آپ برزخ میں پہنچے۔ اور نہ اخذِ ثواب کی نوبت آئی۔ قطع نظر اس کے مرنے والے سُن سکتے ہیں یا نہیں یہاں سے دلیل نہیں دی جا سکتی۔ بلکہ حیات بعد الموت کا انکار ہی کفار کے کفر پہ قائم رہنے کا سبب تھا۔ اور ہے تو اور یہ اس لیئے ہے کہ عقلِ انسانی سے یہ سب کچھ بالاتر ہے۔ سو اللہ تعالٰے نے کئی طرح سے اپنی قدرت کا اظہار فرمادیا۔ کہ کھانا پانی اصلی حالت میں محفوظ رکھا۔ اور چشمِ عالم سے پنہاں بھی اپنے نبی کے وجود لباس غرضیکہ ہر شے کو محفوظ بھی رکھا چشمِ عالم سے پوشیدہ بھی اور خود نبی کو بھی پورے سو سال کے گذرنے

کی خبر تک نہ ہونے دی۔ ساتھ میں گدھے پر موت آئی جسم گلا سڑا منتشر ہوا اور ایک صدی کا طویل عرصہ بیت گیا۔ اور پھر اپنے نبی کے روبرو اسے دوبارہ بنایا زندگی بخشی اور فرمایا اب خود تیری ذات میری قدرت کاملہ کی دلیل ہے۔ اور وہ بستی جس کی بربادی پہ آپ حیران ہوئے دوبارہ آباد ہو چکی ہے۔ اب اسے بھی دیکھ لو۔ چنانچہ آپ تشریف لیگئے۔ اور لوگوں سے فرمایا میں عزیرؑ نبی ہوں طویل روایات ملتی ہیں کہ لوگوں نے نشانیاں بھی طلب کیں اور سب سے بڑی نشانی کہ بنی اسرائیل کے پاس ۱۰۰ سو سال سے تورات کا کوئی نسخہ نہ تھا سب بخت نصر نے جلا دیئے تھے۔ اللہ نے عزیر علیہ السلام کے قلب میں ڈال دی اور آپ نے دوبارہ لکھوادی یہ سب سامانِ ہدایت تھا اور بہت بڑا معجزہ تھا۔ مگر ہوا کیا کہ یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنا دیا۔ کہ ان کے دل میں انابت نہ تھی۔ کہ ہدایت پاتے اللہ نے انہیں اپنے قرب سے اپنی معرفت سے محروم فرمادیا۔ اور ادھر حضرت عزیر علیہ السلام نے یہ سب دیکھ کر فرمایا کہ میں تو سب سے زیادہ یہ بات جانتا ہوں کہ اللہ ہر شے پر قادر ہے۔ جو چاہے کر سکتا ہے۔ ایسے ہی جب ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا:۔

اذ قال ابراھم ...... ان اللہ عزیزٌ حکیم ۲۶۰ ع ۳

اور اس موضوع پر بہت بڑی دلیل وہ واقعہ بھی ہے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا تھا کہ اے پروردگار مجھے یہ چیز دکھا دے کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا۔ فرمایا کیا تجھے اس بات پہ یقین نہیں۔ عرض کیا یا اللہ یقین کیوں نہیں ضرور یقین ہے مگر میں چاہتا ہوں کہ اس کیفیت کو آنکھوں سے دیکھوں تاکہ دلی اطمینان کا بہت اعلےٰ درجہ حاصل ہو۔ دنیا دارِ عمل ہے اور یہاں اسباب کو بہت دخل ہے حتیٰ کہ خود ذات باری اسباب پیدا فرما کر نتائج کو ان کے ثمر کے طور پر پیدا فرماتی ہے اسی طرح دیکھنا سکون قلبی اور کیفیات قلبی کے لئے بنسبت سننے کے زیادہ مؤثر ہے حضرت موسیٰ کو بذریعہ وحی قوم کی گوسالہ پرستی کی خبر تو ہو گئی مگر الواح نہ پھینکیں اگرچہ بہت دکھ بھی لگا غصے بھی ضرور ہوئے ہوں گے لیکن جیسے ہی آنکھوں سے قوم کو اس برائی میں ملوث دیکھا تو الواح پھینک دیں حضرت ہارون کی ڈاڑھی مبارک کھینچ لی اسی طرح سیدنا ابراہیم خلیل اللہ نے عرض کیا اللہ بذریعہ وحی معلوم ہے۔ یقین ہے جانتا ہوں لیکن اے پروردگار اے اسباب کے پیدا کرنے والے جو تاثیر تو نے مشاہدہ میں رکھی ہے میں اس کا طلبگار ہوں اپنے کرم سے مجھے مُردوں کے زندہ ہونے کی کیفیت کا مشاہدہ کرا دے اللہ کی بارگاہ بہت عالی ہے اور طالب کو بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے دیکھیں حضرت عزیز علیہ السلام کی طلب بھی اسی کیفیت کے بارے تھی مگر الفاظ جو عرض کیئے وہ ادھر تھے ان میں حیرت تھی کہ نا معلوم اللہ کیسے زندہ فرمائے گا

تو اللہ نے سو سال انہیں ایک ایسی کیفیت میں رکھا کہ نہ زندہ تھے اور نہ مردوں میں اور تب اس کیفیت کا مشاہدہ نصیب ہوا۔ یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دوسرے انداز میں عرض کیا کہ اللہ جس طرح تو مردوں کو زندہ فرمائے گا مجھے دکھا دے تو فوراً مشاہدہ کرا دیا گیا۔ سو عرض حال کے لئے بھی بہت زیادہ احتیاط و ادب کی ضرورت ہے۔

فرمایا چار پرندے لے لیں اور انہیں اپنے ساتھ خوب ہلا لیں کہ ایک تو ان کی پہچان اچھی طرح سے ہو جائے دوسرے آپ سے مانوس ہو کر آپ کی آواز پہ لبیک کہیں یہاں بھی اسباب کو درمیان میں رکھا کہ مانوس ہوں تب ہی جا کر آواز پہ حاضر ہوں اسی طرح نبی کی ذات سے انس پیدا نہ ہو ایمان نصیب نہیں ہوتا یہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی ذاتی طور پر اللہ کے نبی کا دشمن ہو اور پھر مسلمان بھی رہے۔ حتیٰ کہ ذات نبی سے دشمنی خواہ آپ کے قرابتداروں سے دشمنی کی صورت میں ہو یا آپ کے تابعداروں سے دشمنی کی صورت میں ہو اس کا حامل کافر ہو جاتا ہے یہی حال اخذ فیض کے لئے شیخ کی ذات کا ہے جب تک ذات سے انس نہ ہو گا۔ فیض حاصل نہ ہو گا۔ اولیاء اللہ سے دشمنی کفر نہیں ہے کہ ان کا ماننا نہ تو فرض ہے اور نہ کسی ولی کو بالیقین ولی کہا جا سکتا ہے مگر حضرت تھانوی رحؒ کا ارشاد بڑا درست ہے کہ اولیاء اللہ سے دشمنی گو کفر تو نہیں مگر ایسے لوگ مرتے عموماً کفر پر ہی ہیں۔

سو جب پرندے آپ کے ساتھ ہل جائیں تو انہیں ذبح کریں اور سب کو ملا کر کوٹ لیں پھر ان اجزائے ابدان کو مختلف پہاڑوں پہ پھینک دیں اور اس کے بعد ان کو اپنی طرف بلائیں اور دیکھیں کہ دوڑے ہوئے آپ کے پاس حاضر ہوں گے سو حضرت نے ایسا ہی کیا اور روایت ہے کہ سر اپنے پاس رکھے ہوئے تھے جس پرندے کو آواز دیتے اس کے قطرہ ہائے خون خواہ پتھروں پہ گرے تھے یا زمین میں جذب تھے یا دوسرے پرندوں کے خون میں مل گئے تھے جدا ہو ہو کر آنے لگے ایسے ہی گوشت پوست ہڈیوں اور پروں کے ٹکڑے آ آ کر اپنے اپنے اجزاء کے ساتھ مل کر وجود بن گئے اور پھر سروں کے ساتھ جڑ کر زندہ پرندے اور ارشاد ہوا کہ اچھی طرح جان لیں کہ اللہ زبردست ہے۔ جیسے چاہے کر سکتا ہے مگر بہت بڑا حکیم ہے اور اپنی حکمت سے ہر کام کا وقت مقرر فرما دیا ہے۔

ویسے انسان اپنے پیدا ہونے سے قبل اپنے وجود کے اجزاء کو دیکھے تو دنیا میں اس قدر منتشر نظر آتے ہیں کہ بعد مرگ اتنا پھیلنا عقلاً محال دکھائی دیتا ہے یہ اغذیہ یہ ادویہ جو کچھ بھی ہم کھاتے ہیں سب مٹی ہے پانی ہے آگ اور ہوا ہے اسی کے مختلف روپ ہیں کہیں غلہ کہیں چاول کہیں گنا اور کھانڈ کہیں مرچ اور مصالحہ کسی جگہ سبز

چارے کی شکل میں ہے تو کہیں بھوسہ بن رہی ہے جسے جانور کھاتے ہیں پھر دودھ یا مکھن کی صورت میں انسانوں کو نصیب ہوتی ہے اس تمام عمل میں کسی اتفاقات کا دخل نہیں بلکہ عنداللہ جو ذرہ خاک جس جسم کے لئے مقدر ہے اسی کی طرف مائل بہ پرواز ہے حتیٰ کہ انسان اپنے حصے کے اجزا اپنے وجود پہ چڑھا لیتا ہے مگر اولاد کے حصہ کے اجزا اس کے صلب میں محفوظ ہو جاتے ہیں۔ جو اس بدن کی تعمیر پر صرف ہوتے ہیں جس کا وہ حصہ ہوتے ہیں اسی طرح ماں غذا کھاتی ہے مگر وجود کے اندر حل ہونے کے بعد بھی تقسیم ہو جاتی ہے اور بچے کا حصہ اس کا جزوِ بدن نہیں بنتا بلکہ اس بدن تک پہنچتا ہے جس کا حصہ اسے اللہ نے مقرر فرما دیا ہے۔ سو آخرت کی تعمیر اللہ کے لئے کوئی مشکل نہیں اور وہ اس بات پر بھی قادر ہے کسی بدن کے اجزا کہیں پہنچ جائیں تو انہیں ثواب یا عذاب پہنچتا رہے خواہ کسی دوسرے بدن کا حصہ ہی کیوں نہ بن چکے ہوں۔

اس عالم میں عث بالذات بدن ہے۔ لیکن ہر لذت و ہر الم اپنا اثر روح پر بھی چھوڑتا ہے اسی طرح برزخ میں مکلف بالذات روح ہے مگر اسے پہنچنے والی لذت یا دکھ کا اثر ہر اس ذرے پہ بھی وارد ہوتا ہے جو اس کے اجزائے بدن سے ہو اور میدان حشر میں اور اس کے بعد دونوں برابر برابر شریک ہوں گے۔ سو کفار کا اللہ کی اطاعت سے منحرف ہونا اسی سبب سے ہے کہ وہ حیات بعد الموت کو ناممکن سمجھتے ہیں جس کا اثبات ان تین واقعات میں ارشاد فرما کر اب ان لوگوں کی تمثیل ارشاد ہوتی ہے جو اپنا مال اللہ کی راہ میں صرف کرتے ہیں جو ایماندار ہیں حیات بعد الموت پہ یقین رکھتے ہیں اور اپنی بہترین کوششوں کو اس کے لئے وقف کر دیتے ہیں جو

ع ٣٥ ٣ ٣
مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ
مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ
وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٦١﴾ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ
اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ
وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٢٦٢﴾ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ
مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ؕ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ﴿٢٦٣﴾
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ
بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ
النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ
كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ
صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ
لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٦٤﴾ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ
يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا
مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ ۭبِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ

فَاٰتَتۡ اُكُلَهَا ضِعۡفَيۡنِ‌ۚ فَاِنۡ لَّمۡ يُصِبۡهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ‌ؕ
وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ ﴿۲۶۵﴾ اَيَوَدُّ اَحَدُكُمۡ اَنۡ
تَكُوۡنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنۡ نَّخِيۡلٍ وَّاَعۡنَابٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ
تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُۙ لَهٗ فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِۙ وَاَصَابَهُ
الۡكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۖۚ فَاَصَابَهَاۤ اِعۡصَارٌ فِيۡهِ
نَارٌ فَاحۡتَرَقَتۡ‌ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الۡاٰيٰتِ لَعَلَّكُمۡ
تَتَفَكَّرُوۡنَ ﴿۲۶۶﴾ ع

ترجمہ :-

جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کئے ہوئے مالوں کی حالت ایسی ہے جیسے ایک دانہ کی حالت جس سے (فرض کرو) سات بالیں جمیں (اور) ہر بال کے اندر سو دانے ہوں اور یہ افزونی خدا تعالیٰ جس کو چاہتا عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے ہیں جاننے والے ہیں جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر خرچ کرنے کے بعد نہ تو (اس) پر احسان جتلاتے ہیں اور نہ (برتاؤ سے) اس کو آزار پہنچاتے ہیں اُن لوگوں کو ان (کے اعمال) کا ثواب ملے گا ان کے پروردگار کے پاس اور نہ ان پر کوئی خطرہ ہوگا اور نہ یہ مغموم ہونگے (ناداری کے وقت) مناسب بات کہدینا اور درگزر کرنا (ہزار درجہ) بہتر ہے ایسی خیرات (دینے) سے جس کے بعد آزار پہنچایا جاوے - اور اللہ تعالیٰ غنی ہیں حلیم ہیں اے ایمان والو تم احسان جتلا کر یا ایذا پہنچا کر اپنی خیرات کو برباد مت کرو جس طرح وہ شخص جو اپنا مال خرچ کرتا ہے (محض) لوگوں کے دکھلانے کی غرض سے اور ایمان نہیں رکھتا اللہ پر اور یوم قیامت پر سو اس شخص کی حالت ایسی ہے جیسے ایک چکنا پتھر جس پر کچھ مٹی آگئی ہو پھر اس پر زور کی بارش پڑ جاوے سو اس کو بالکل صاف کر دے ایسے لوگوں کو اپنی کمائی ذرا بھی ہاتھ نہ لگے گی اور اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو (جنت کا) رستہ نہ بتلاویں گے اور ان لوگوں کے مال کی حالت جو اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی غرض

سے اور اس غرض سے کہ اپنے نفسوں (کو اس عمل شاق کا خوگر بنا کر ان) میں پختگی پیدا کریں مثل حالت ایک باغ کے ہے جو کسی ٹیلے پر ہو کہ اس پر اس زور کی بارش پڑی ہو پھر وہ دونا (چوگنا) پھل لایا ہو اور اگر ایسے زور کا مینہ نہ پڑے تو ہلکی پھوار بھی اس کو کافی ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب دیکھتے ہیں۔ بھلا تم میں سے کسی کو یہ بات پسند ہے کہ اس کا ایک باغ ہو کھجوروں کا اس کے (درختوں کے) نیچے نہریں چلتی ہوں اس شخص کے ہاں اس باغ میں اور بھی ہر قسم کے (مناسب) میوے ہوں۔ اور اس شخص کا بڑھاپا آگیا ہو اور اس کے اہل و عیال بھی ہوں جن میں (کمانے کی قوت نہیں۔ سو اس باغ پر ایک بگولا آئے جس میں آگ (کا مادہ) ہو پھر وہ باغ جل جاوے اللہ تعالیٰ اس طرح نظائر بیان فرماتے ہیں تمہارے لئے تاکہ تم سوچا کرو۔

اسرار و معارف:

مثل الذین ینفقون اموالھم ..... الی .. واللّٰہ غنیّ حلیم ۲۶۲-۲۶۳

اللہ کی راہ میں خرچ کرنا مومن کے لئے ایسے ہے جیسے کاشتکار کہ وہ کھیتی بوتا ہے تو بظاہر کھیتی تیار کرنے کی مشقت اٹھاتا ہے پھر اپنی محنت سے کمائے ہوئے غلے کو اس میں بکھیر دیتا ہے جو بظاہر محنت اور غلہ دونوں کا ضیاع نظر آتا ہے لیکن صرف اس شخص کو جو اس سارے کام کے انجام سے بے خبر ہے جو انجام کی اطلاع رکھتا ہے وہ پھر اس کی رکھوالی کرتا ہے حتیٰ کہ ایک وقت آتا ہے جب ایک ایک دانے سے سات سات خوشے نکلتے ہیں یعنی خوب اعلیٰ پودا اگتا ہے جس پر اس قدر خوشے لگتے ہیں اور وہ خوشے ایسے صحت مند کہ ہر خوشے میں سو سو دانہ ہوتا ہے سو وہ تھوڑا سا غلہ جو اس نے بیجا تھا بہت زیادہ غلہ جمع کرنے کا سبب بن جاتا ہے مگر یہ سب اس وقت ظہور پذیر ہوتا ہے جب کھیتی اعلیٰ قسم کی ہو اور پھر اس پر محنت کی جائے غلہ اچھا اور اعلیٰ ہو وقت پر بیجا جائے اور پھر اس کی پوری دیکھ بھال کی جائے ایسے ہی پہلے تو ایمان شرط ہے کہ دنیا کو آخرت کی کھیتی سمجھے پھر بیج خالص ہو یعنی جائز اور حلال ذرائع سے دولت پیدا کرے کہ اللہ حلال کے سوا کسی چیز کو قبول نہیں فرماتا اور پھر مستحقین پر خرچ کرے۔ محض دولت لٹانا مقصد نہیں ہے۔ بلکہ صدقات کو ان کے صحیح مصرف

پہ خرچ کرے اور صحیح طریقے سے خرچ کرے یعنی اتباع سنت کا اہتمام ہو تو اللہ قادر ہے کہ جتنا چاہے کسی کے اجر کو بڑھا دے وہ بہت وسیع بخشش کا مالک ہے سو جس قدر اہتمام ہو سکے کر کہ وہ علیم بھی ہے تمہاری کوششوں یا تمہارے خلوص تمہارے ارادوں اور تمناؤں کو جانتا ہے سو تم جتنی محنت کرتے جاؤ گے اللہ اس اجر کو اسی قدر اپنی بخشش اور کرم سے بڑھاتے چلے جائیں گے ہاں اس کی رکھوالی بھی کرو کہ خرچ کرنے کے بعد جس پر خرچ کیا ہے کوئی احسان نہ رکھو نہ اس کے لیے کسی دکھ کا سبب بنو کہ تم اسے ذلیل سمجھنے لگ جاؤ لوگوں میں اظہار کر کے اسے رسوا نہ کرو ایسا کرنے والے یقیناً اپنے اجر اپنے رب کے پاس موجود پائیں گے تب انہیں نہ گذشتہ کا یعنی اپنے خرچ کرنے کا افسوس ہوگا اور نہ آئندہ کا کوئی خوف لیکن اگر تم خرچ کرنے کے لئے دولت نہیں رکھتے یا کسی کو دینا نہیں چاہتے تو اس سے اچھی طرح بات ہی کر لو یہ بھی صدقہ ہے اور ایسے صدقے سے بدرجہا بہتر ہے کہ تم کسی کو پیسے دے کر اس پر احسان جتاؤ یا اسے ایذا دو کم از کم مناسب طریقے سے معذرت کرو۔ اگر مانگنے والے کی بات ناگوار گذری ہے تو درگذر کرو کہ اللہ غنی ہے اللہ کو کسی کے صدقات دینے یا نہ دینے کی کوئی احتیاج نہیں اور بڑا تحمل والا ہے کہ بیسیوں خطائیں تم سے سرزد ہوتی ہیں اور وہ فوراً گرفت نہیں کرتا اب اس کے نام پر تم سے کوئی سوال کرتا ہے تو اسے مت جھڑکو بلکہ نرمی اور لطف سے پیش آؤ۔

یا ایہا الذین امنوا .... لا یہدی القوم الکفرین - ۲۶۴

فرمایا اے وہ لوگو جو اللہ پر آخرت پر ضروریات دین پر یقین رکھتے ہو اللہ کی راہ میں خرچ کر کے پھر اس کے پیچھے احسان نہ جتاؤ اور اس آدمی کے لیے جس پر خرچ کیا ہے کوئی تکلیف پیدا کرو ورنہ اس طرح تو تمہارا صدقہ باطل ہو جائے گا یعنی یہ کھیتی اجڑ جائے گی پھل لانے کے قابل نہ رہے گی اور ساری محنت کے ضیاع کے ساتھ انجام حسرت کے سوا کچھ نہیں ہوگا یہ تو ایسے ہوا جیسے کوئی دکھلاوے کے لئے خرچ کرے نہ اس کا اللہ پر ایمان ہو اور نہ آخرت پہ یقین یعنی ریا، ایمان اور یقین کو نقصان پہنچاتی ہے اور مومن کے شایان شان نہیں وہ خرچ اللہ کی رضا کے لئے کرتا ہے سو اللہ دیکھ رہا ہے جانتا ہے پھر لوگوں میں نمائش بنا کر واہ واہ کروانے کی کیا ضرورت۔ اور اگر کوئی لوگوں کو دکھانے اور ان سے اپنی تعریف کروانے کے لئے خرچ کرتا ہے تو اس کی مثال ایسے ہے۔ جیسے کسی سخت چٹان پر معمولی مٹی پڑی ہو اور کوئی اسمیں کاشت کرے۔ حتیٰ کہ جب بارش پڑی تو وہ مٹی ہی بہہ کر چلی گئی اور خالی چٹان رہ گئی یعنی کچھ ہاتھ نہ لگا۔ یعنی کافر اگر نیکی بھی کرتا ہے تو آخرت پہ تو اسکا

اللہ ایسے ناشکرے لوگوں کو ہدایت کی توفیق بھی عطا نہیں فرماتا کہ اس کی رضا کے مقابلے میں وہ لوگوں سے واہ واہ کے خواہش مند ہوں ۔

ومثل الذین ینفقون ۔۔ ۔۔ واللہ بما تعملون بصیر ٭ ۲۶۵

اور جو لوگ اللہ کی رضا جوئی کے لئے اور اپنے دلوں کو ثابت کر کے خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی باغ کہ بلند زمین پر ہو لوہ کے معنی صاحب تفسیر مظہری نے یوں فرمائے ہیں کہ ایسی زمین جو نہر کے کنارے نہ اتنی اونچی کہ پانی نہ پہنچ پائے نہ ایسی نیچی کہ پانی جمع رہے بلکہ کناروں کے برابر ہو یہ بہت اعلیٰ زمین کی نشانی ہے اور پھر اس پر ابر رحمت بھی کھل کے برسے خوب مزیدار بارش پڑے تو وہ امید سے بھی دوگن پھل لائے اور اگر زیادہ بارش نہ بھی ہو تو اسے پھل دار بنانے کے لئے تو پھوار بھی کافی ہے یعنی ارادہ خالص ہو کہ نیت زمین ہے ۔ بیج اچھا ہو یعنی حلال کا پیسہ ہو سنت کے مطابق خرچ کرے اور لوگوں پر احسان جتانے یا ریاکاری سے اس کی حفاظت کا اہتمام بھی کرے تو پھر دیکھو اس پہ کس طرح رحمت باری متوجہ ہوتی ہے اور کتنا زیادہ اجر ملتا ہے اور اللہ تو تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے اس سے کچھ بھی تو پوشیدہ نہیں ۔

ایود احدکم ۔۔ ۔۔ ۔۔ لعلکم تتفکرون ٭ ۲۶۶ ع ۴

کیا تم میں سے کوئی بھی یہ چاہتا ہے کہ اس کے پاس کھجوروں اور انگور کا باغ ہو جس میں نہریں جاری ہوں اور طرح طرح کے پھلوں سے لدا رہا ہو زندگی بھر محنت کر کے اسے تیار کرے پھر جب بوڑھا ہو اور اس بڑھاپے میں احتیاج بڑھانے کے لئے چھوٹی چھوٹی اولاد بھی ہو عورتیں ہوں یعنی کام کے قابل نہ رہے اور نہ کوئی کام میں ہاتھ بٹانے والا ہو پھر سخت احتیاج بھی ہو کہ عورتوں بچوں کو کیا کرے اندریں حال اس کے باغ میں کوئی بگولہ داخل ہو جس میں آگ ہو اور سارے باغ کو جلا کر راکھ کر دے تو ذرا غور کرو اس کا کیا حال ہوگا ایسے خرچ کرنے کے بعد یعنی حلال کمائے ، صحیح مصرف پہ خرچ کرے درست طریقے سے خرچ کرے پھر بھی اگر اس میں نمود و نمائش کا پہلو آگیا تو جب موت آئیگی آخرت کو سدھارے گا تو ایسی سخت احتیاج کی حالت میں یہ دیکھے گا کہ فساد نیت کی آگ نے کھلا ہوا باغ بھسم کر دیا تو یہ کتنا حسرت کا مقام ہوگا اب نہ تو کوئی معاون و مددگار ہوگا نہ تلافی مافات کی فرصت یہ دلائل اللہ کی طرف سے تمہیں دعوت فکر ہے خود بھی سوچو اور غور کرو کہ عبادات ضائع نہ ہونے پائیں ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ ع
مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۠ وَلَا
تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ
اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ
حَمِيْدٌ ﴿٢٦٧﴾ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ
بِالْفَحْشَاۗءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۭ
وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٦٨﴾ يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ
وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۭ
وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿٢٦٩﴾ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ
نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ۭ وَمَا
لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿٢٧٠﴾ اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ
فَنِعِمَّا ھِىَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْھَا وَتُؤْتُوْھَا الْفُقَرَاۗءَ فَهُوَ
خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿٢٧١﴾ لَيْسَ عَلَيْكَ ھُدٰىھُمْ وَلٰكِنَّ
اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ

فَلِاَنْفُسِكُمْ ۚ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۭ
وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا
تُظْلَمُوْنَ ﴿٢٧٢﴾ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ۡ يَحْسَبُهُمُ
الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ
لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ
فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿٢٧٣﴾ ع

ترجمہ:۔

اے ایمان والو (نیک کام میں) خرچ کیا کرو عمدہ چیز کو اپنی کمائی میں سے اور اس میں سے جو کہ ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کیا ہے۔ اور ردی (ناکارہ) چیز کی طرف نیت مت لے جایا کرو کہ اس میں سے خرچ کرو حالانکہ تم کبھی اس کے لینے والے نہیں ہاں مگر چشم پوشی کر جاؤ (تو اور بات ہے) اور یہ یقین کر رکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی کے محتاج نہیں تعریف کے لائق ہیں۔ شیطان تم کو محتاجی سے ڈراتا ہے اور تم کو بُری بات (یعنی بخل) کا مشورہ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے وعدہ کرتا ہے اپنی طرف سے گناہ معاف کر دینے کا اور زیادہ دینے کا اور اللہ تعالےٰ وسعت والے ہیں خوب جاننے والے ہیں دین کا فہم جس کو چاہتے ہیں دیدیتے ہیں۔ اور (سچ تو یہ ہے کہ) جس کو دین کا فہم مل جاوے اس کو بڑی خیر کی چیز مل گئی اور نصیحت وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہیں (یعنی جو عقل صحیح رکھتے ہیں) اور تم لوگ جو کسی قسم کا خرچ کرتے ہو یا کسی طرح کی نذر مانتے ہو تو حق تعالےٰ کو سب کی یقیناً اطلاع ہے اور بے جا کام کرنے والوں کا کوئی ہمراہی (اور حمایتی) نہ ہوگا اگر تم ظاہر کر کے دو صدقوں کو تب بھی اچھی بات ہے اور اگر ان کا اخفاء کرو اور فقیروں کو دیدو تو یہ اخفاء تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اور اللہ تعالےٰ (اس کی برکت سے) تمہارے کچھ گناہ بھی دور کر دینگے

اور اللہ تمہارے کیئے ہوئے کاموں کی خوب خبر رکھتے ہیں ان (کافروں) کو ہدایت پر لے آنا کچھ آپ کے ذمہ (فرض واجب) نہیں لیکن خدا تعالیٰ جس کو چاہیں ہدایت پر لے آویں اور (اے مسلمانو!) جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اپنے فائدے کی غرض سے کرتے ہو اور تم اور کسی غرض سے خرچ نہیں کرتے بجز رضا جوئی ذات پاک حق تعالیٰ کے اور (نیز) جو کچھ مال خرچ کر رہے ہو یہ سب (یعنی اس کا ثواب) پورا پورا تم کو مل جاوے گا اور تمہارے لیئے اس میں ذرا کمی نہ کی جاوے گی (صدقات) اصل حق ان حاجتمندوں کا ہے جو مقید ہو گئے ہوں اللہ کی راہ میں (اور اسی وجہ سے) وہ لوگ کہیں ملک میں چلنے پھرنے کا (عادۃً) امکان نہیں رکھتے (اور) ناواقف ان کو تونگر خیال کرتا ہے ان کے سوال سے بچنے کے سبب سے (البتہ) تم ان کو ان کے طرز سے پہچان سکتے ہو (کہ فقر و فاقہ سے چہرہ پر اثر ضرور آجاتا ہے) وہ لوگوں سے لپٹ کر مانگتے نہیں پھرتے اور جو مال خرچ کرو گے بے شک حق تعالیٰ کو اس کی خوب اطلاع ہے۔

اسرار و معارف:

یٰایھا الذین اٰمنوا انفقوا من طیبٰت ..... واعلموا ان اللہ غنی حمید ۲۶۷

اے ایمان والو اپنی کمائی سے صاف ستھری چیزیں اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اپنی کمائی سے خرچ کرو ظاہر ہے کمائی تو حلال ہی ہوگی ورنہ ناجائز ذرائع سے دولت پیدا کرنے کو کسب نہیں کہا جاتا بلکہ ایسے لوگ خود اپنی ناجائز ذرائع کو لوگوں کی نظروں سے بچا کر رکھنے کی کوشش کرتے ہیں پھر اس میں سے جو راہ خدا میں دے وہ کھری اور اچھی چیز ہونی چاہیے۔ اگر غلہ یا پھل یا کوئی اور جنس اللہ کی راہ میں دے تو ایسا نہ کرے کہ اچھا مال اپنے لئے رکھے اور خراب اللہ کی راہ میں دے اور اگر حرام مال سے دے گا تو وہ عنداللہ مقبول ہی نہیں ہوگا کہ ایک حدیث پاک میں ارشاد ہے برے کو بھلے سے مٹا سکتا ہے ناپاک سے ناپاک دور نہیں ہوتا۔ ہاں اگر کسی کے پاس مال ہی ایسا ہو کہ سب ناقص قسم کا ہے تو اسی میں سے دے گا یا کچھ اچھا اور کچھ قدرے ناقص ہے تو دونوں میں سے بھی دے سکتا ہے اس میں سب صدقات مراد لئے جا سکتے ہیں نافلہ ہو یا واجبہ وممآ اخرجنا لکم من الارض سے مراد زمین کی زکوٰۃ ہے جسے اصطلاح شریعت میں عشر کہا گیا ہے حنفیہ کے نزدیک عشری زمین کی ہر قلیل و کثیر مقدار پر عشر واجب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی کا مفہوم اس طرح ہے کہ بارش سے سیراب ہونے والی فصل پر دسواں حصہ اور جس کی سینچائی آب پاشی سے کی گئی ہو اس کا بیسواں حصہ لازم ہے ایسے ہی سورہ انعام کی آیت "واتوا حقہ یوم حصادہ" وجوب عشر میں بالکل صریح ہے حکومت اسلامی جو ٹیکس زمین پر لگاتی ہے اس کے لئے دو اصطلاحی لفظ ہیں عشر اور خراج ان میں فرق یہ ہے کہ عشر محض ٹیکس نہیں اس کی اصلی حیثیت عبادتِ مالی ہے اور مسلمان چونکہ عبادت کا اہل ہے اور پابند ہے اس لئے زمین کی آمدن سے عشر ادا کرتا ہے اور کافر عبادت کا اہل نہیں لیکن ریاست میں رہتے ہوئے ریاست کو جو ٹیکس زمین کی آمدن پہ ادا کرتا ہے اس کا نام خراج ہے اور یہ محض ٹیکس ہوتا ہے عشر بھی زکوٰۃ کی مانند ہے فرق یہ ہے کہ زکوٰۃ سال گذرنے پر فرض ہوتی ہے اور عشر پیداوار حاصل ہوتے ہی نیز اگر زمین سے پیداوار نہ ہو تو عشر ساقط ہو جاتا ہے مگر زکوٰۃ خواہ سال میں مال پر کوئی نفع نہ ہو تو بھی ساقط نہیں ہوتی یہ مسلمانوں سے ہی وصول کئے جاتے ہیں اور ان کا خرچ بھی غیر مسلم پر جائز نہیں تفصیل کے لئے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رح کی کتاب "نظام الاراضی" کی طرف رجوع کریں۔

فرمایا کہ خراب مال کو اللہ کی راہ میں دینے کا ارادہ نہ کرو ایسا کہ تمہیں اس طرح کا مال دیا جائے تو لینا پسند نہ کرو سوائے اس کے تمہیں مال وصول کرنا ہو تو سارا حساب دیکھ کر چشم پوشی کر جاؤ کہ چلو کچھ تو وصول ہو رہا ہے۔

رہا ہے۔ مگر اللہ تو محتاج نہیں کہ ایسی ویسی اشیاء قبول فرماتے اچھی طرح جان لو کہ اللہ غنی اور بہت خوبیوں والا

ہے یعنی اس کے تمام افعال مستوجب حمد ہیں۔

الشیطٰن یعدکم الفقر ۔۔ ۔ ۔ ۔۔ واللہ واسعٌ علیمٌ ۞ ۲۶۸

ایسا نہ سوچو کر صدقات ادا کرنے سے میں مفلس ہو جاؤں گا یہ وسواس شیطانی ہیں ان میں پڑکر خیرات سے ہاتھ نہ کھینچنا چاہیے بلکہ یہ تو بے حیائی کا مشورہ بھی دیتا ہے کہ اگر تم اس کے کہنے میں آ گئے تو پھر صرف خیرات سے روکنے پر اکتفا نہ کرے گا بلکہ عیاشی میں مبتلا کر دے گا اور یوں سمجھ آتی ہے کہ آج کل کے نوجوانوں کے بگڑنے کا ایک سبب یہ بھی ہے جو مال ان تک پہنچتا ہے اس کی زکواۃ ادا نہیں کی گئی ہوتی نتیجتاً وہ بے حیائی اور فحاشی پہ خرچ ہوتا ہے یہ حال ان لوگوں کی اولاد کا ہے جو حلال کماتے ہیں مگر اس پہ نہ زکواۃ ادا کرتے ہیں نہ خیرات جو جمع ہی حرام اور ناجائز ذرائع سے کرتے ہیں ان کا پھر کیا پوچھنا اللہ کریم تو تمہیں خیرات پر مغفرت اور بخشش کی نوید سناتے ہیں۔ کہ تمہارا خیرات کرنا تمہارے گناہوں کی بخشش کا سبب بن جائے گا اور وہ اپنے فضل کا وعدہ فرماتا ہے جس سے اجر آخرت میں زیادتی بھی مراد ہو سکتی ہے اور خیرات کے بدلے دنیا میں رزق کی زیادتی بھی سو اس طرح اللہ کی راہ میں خرچ کر کے تم کئی گنا منافع دونوں عالم میں کماتے ہو اور اللہ کی خوشنودی اس کے سوا ہے اور اللہ تو اہل کرم فرمائیوں کو وسیع کرنے والا ہے اور ہر بات کو جانتا ہے کہ کس نے کس لئے کیا دیا کب دیا سب باتوں سے آگاہ ہے۔ یوتی الحکمۃ من یشاء ۔۔ ۔۔ ۔۔ اولوا الالباب ۞ ۲۶۹

حکمت کے معنی کسی قول یا عمل کو اس کے تمام اوصاف کے ساتھ مکمل کرنا ہیں۔ قرآن کریم میں اس کا استعمال بار بار ہوا ہے اور مختلف تفسیریں کی گئی ہیں مگر سب کا مفہوم یہی ہے صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں حکمت سے مراد مفید صحیح علم اور اس کے مطابق عمل جو اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ ہو۔ ظاہر یہ علم انبیاء علیہم الصلوٰۃ کا ہے تو سارا عالم حصول حکمت میں انبیاء سے رجوع کرے گا اور اس سے مراد دین کی سمجھ لیا جائے گا۔ سو ارشاد ہے کہ احکام دین کو سمجھنا ان کے فضائل و فوائد سے آگاہ ہونا ہی اصل بات ہے جو دونوں جہانوں کی بھلائی کا سبب ہے اور اللہ جسے چاہئے عطا کر دے اور جسے اللہ نے حکمت عطا فرمائی اسے بہت بڑی بھلائی، خیر کثیر عطا فرمائی اس سے سمجھ آتی ہے کہ اللہ جس پر انعام فرمائے اسے علوم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سمجھ عطا فرماتا ہے اور تب ہی اس کے دل میں دین کی عظمت جاگزین ہوتی ہے ایک حدیث پاک کا مضمون ہے کہ دنیا کا مال تو اللہ اپنے دشمن کو بھی دیتا ہے اور دوست کو بھی مگر دین صرف اپنے مقبول بندوں کو عطا فرماتا ہے اور نصیحت پذیر تو وہی ہوتے جو دانشمند ہوں یعنی خدا داد علوم پر وہی لوگ غور کرتے ہیں جن کا فہم شیطانی خیالات سے پاک ہو اور ایسا تفکر تب ہی

ممکن ہے جب نفسِ امارہ مغلوب ہو جائے۔ اسی کا نام تصوف ہے اور ساری محنت اس شے کے حصول کے لئے کی جاتی ہے اس کے لئے اہل اللہ سے اخذ فیض کرنا ضروری ہے اور ایسے مجاہدات جن سے نفس مغلوب رہے۔

وما انفقتم من نفقۃ او نذرتم من نذر ۔۔ ۔۔ ما للظلمین من انصار ۲۷۰

اور جس طرح کا خرچ بھی تم کرتے ہو۔ اطاعت میں یا معصیت میں جائز ہو یا ناروا مخلصانہ ہو یا یا کارانہ اچھا اور عمدہ مال ہو یا ناقص یا کوئی نذر جو تم مانتے ہو عبادتِ بدنی ہو مالی ہیں سے درست اور صحیح ہو یا ناجائز کہ نذر کے لیے ضروری ہے کہ از قسم فرض ہو اور فرض نہ ہو اور صرف اللہ کے لیے مانی جائے جیسے نماز فرض ہے مگر یہ نذر نہ ہوگی کہ کوئی فجر یا کسی اور وقت کے فرائض کی نذر مانے بلکہ کئی رکعت نفل مانے گا ایسے نفلی صدقات یا نفلی روزے اور حج پھر اگر غدراً نذر مانی یا درست مانی اور پھر ایفا کیا یا نہ کیا یہ سب باتیں اللہ پہ عیاں ہیں وہ اچھی طرح جانتا ہے۔ سب کا اجر عطا فرمائے گا اور جو حدود شرائط کی پرواہ نہیں کرتے غرض جو بھی بے قاعدگی اور نافرمانی کرتے ہیں۔ ان کا کوئی مددگار نہیں کہ انہیں اللہ کی گرفت سے بچا سکے۔

ان تبدوا الصدقٰت فنعما ھی ۔۔۔۔ ۔۔ وانتم لا تظلمون ۲۷۱/۲۷۲

اگر تم علی الاعلان خیرات کرو تو بہت اچھی بات ہے بڑی اچھی مثال ہے مگر مشکل کام ہے اور کچھ نہ ہو تو کوئی نہ کوئی شمہ ریا کا اس میں داخل ہو ہی جاتا ہے بعض اوقات تکبر پیدا ہو جاتا ہے اس میں اس طرح کی بہت مشکلات ہیں آسان راستہ یہ ہے کہ صدقہ چپکے سے اور پوشیدہ طور پر کرو کہ لینے والے کا بھرم بھی رہ جائے اور تمہاری ذات بھی مشکلات میں نہ پھنسے پھر دنیوی فائدہ بھی ہے کہ مال کی مقدار عام آدمی پہ ظاہر نہ ہو اس میں اگر کوئی ظاہری فائدہ نظر نہ آئے تو کیا حرج ہے ہم اسے تمہارے گناہوں کی بخشش کا سبب بنا دیں گے سو تمہارے گناہ معاف ہوں گے درجات بڑھیں گے یہ کفارہ سیات پوشیدہ صدقہ کے ساتھ مختص نہیں ہے ظاہراً صدقہ دیا جائے تو بھی حاصل ہو تا مگر یہاں ارشاد ہے کہ مقصدِ اصلی تو یہی ہے کہ گناہ معاف ہوں اللہ کا قرب حاصل ہو سو ہو گا۔ کیونکہ اللہ جل تمہارے ہر عمل سے باخبر ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ چھپا کر خیرات کرنا رب کے غضب کو بجھا دیتا ہے اور عزیزوں سے اچھا سلوک کرنا عمر بڑھا دیتا ہے او کما قال ۔ مفسرین کرام نے اس ضمن میں بہت احادیث جمع فرمائی ہیں۔ صدقہ نافلہ مومن و کافر سب کو دیا جا سکتا ہے۔ اب اگر کوئی کافر عزیز ہے تو اس خیال میں نہ رہو کہ مسلمان ہوگا تو صدقہ دیں گے ورنہ نہیں کہ ہدایت اللہ کی عطا ہے جو شخص بھی اپنا رخ اللہ کی طرف پھیرے گا ہدایت پا لے گا آپ کا ذمہ نہیں ہے لیکن مرلوب تو سب اسی کے ہیں روزی تو سب کو وہی دیتا ہے ۔ سو

صدقات نافلہ کو کافروں سے بھی نہ روکو کہ تم تو اپنی بھلائی کی خاطر خرچ کرتے ہو۔ یعنی اس کا اجر تو تم ہی لو گے اب فقیر مومن ہے یا کافر کھانا اللہ کے نام کا ہے اور سجدہ کسی اور کا کرتا ہے اس سے تمہیں کوئی سروکار نہیں یہ اللہ کا اور اس کا معاملہ ہے نہ ہی تمہارا فقیر پر کوئی احسان ہے کہ تم اس کی خاطر تو صدقہ نہیں کر رہے اپنی بہتری اور دونوں عالم کی بھلائی کے خواہاں ہو اور اللہ کی رضا کے طالب ہو۔ تم اللہ کے جمال کے متلاشی ہو تمہاری تمنا بہت بلند ہے اور تمہاری آرزو دلائق صد آفرین۔ پھر اتنی بلندی کے لئے جو سیڑھی بنائی جائے اس میں کیا ناقص مال لگانا چاہئیے یا اسے کمزور سہاروں پہ قائم کرنا چاہیئے ہرگز نہیں سو مال بھی اچھا دو اور صرف اللہ پر اعتماد رکھو کہ جو بھی شئے تم نیکی پہ خرچ کرو گے اس کا بدلہ تمہیں پورا پورا دیا جائے گا بلکہ کئی گنا بڑھا کر دیا جائے گا اور قطعاً تمہاری حق تلفی نہ کی جائے گی۔ یاد رہے صدقہ نافلہ غیر مسلم کو بھی دینا جائز ہے ہاں فرض صدقات مثلاً زکوٰۃ عشر وغیرہ جو محصول صرف مسلمانوں سے کئے جائیں گے وہ صرف مسلمانوں کو دیئے جائیں گے۔ غیر مسلم کو دینا جائز بھی نہیں اور فرض بھی ادا نہ ہوگا یہ فرض صدقات وہ ہیں جو اللہ نے مسلمانوں پہ فرض کئے عہد نبوی میں بھی وصول کئے گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سفر آخرت کی خبر پا کر جن لوگوں نے زکواۃ کا انکار کیا ان کے ساتھ جہاد کیا گیا بالکل اسی طرح جیسے کفار کے ساتھ یا جھوٹے مدعیان نبوت کے ساتھ اور ان منکرین کے ساتھ تین شبانہ روز کی جنگ کے سالار خود خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سیدنا ابوبکر صدیق ؓ تھے اور امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بنفسِ نفیس مجاہدین میں پھر عہد فاروقی ؓ عثمانی ؓ اور علوی ؓ میں بدستور اسی پر عمل رہا معاذ اللہ جو زکوٰۃ و عشر حضرت علی خود ادا کرتے رہے بحیثیت امیر سب مسلمانوں سے وصول کر کے صحیح مصرف پہ خرچ کرتے رہے اسے ساڑھے تین سو سال بعد سے شروع ہو کر بنے والے فقہ جعفریہ نے کیسے باطل کر دیا۔ ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے۔

للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ ۔۔ ۔۔ فان اللہ بہ علیم ۞ ۲۷۳

خیرات ان فقیروں کے لئے ہے جو دینی امور کی وجہ سے یعنی حصول علم یا جہاد میں مصروفیت کی وجہ سے کہیں آجا نہیں سکتے کہ اپنی روزی کا اہتمام کریں اور ایسے باہمت لوگ ہیں کہ قناعت کی وجہ سے سوال تک نہیں کرتے جس کے باعث ناسمجھ لوگ انہیں مالدار سمجھتے ہیں۔ مگر آپ تو انہیں ان کے چہروں سے پہچان سکتے ہیں ان کے لباسوں کی بوسیدگی اور چہروں کی زردی ان کے حال کی غماض ہے اگرچہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے۔ یعنی جو لوگ گداگری کو خلاف شان سمجھتے ہیں۔ اور دینی امور میں منہمک ہیں کہ دنیاوی کاموں کے لئے وقت نہیں نکال سکتے فاقہ زدہ چہرے اور بوسیدہ کپڑے ان کے پائے ثبات کو نہیں ہلا سکتے ان پر صدقات کو صرف کرنا سب سے افضل تر ہے اور جو بھی مناسب چیز تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اللہ اس سے آگاہ ہے خوب علم رکھتا ہے۔

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ
بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ
رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٢٧٤﴾ وقف منزل
اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ
الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ
قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وقف لازم
وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ
فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ
عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٧٥﴾
يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِى الصَّدَقٰتِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ
كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿٢٧٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ
رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٢٧٧﴾ يٰٓاَيُّهَا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا
اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٢٧٨﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا

بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ
رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۹﴾
وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ۭ وَاَنْ
تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸۰﴾ وَاتَّقُوْا
يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۣ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ
مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۸۱﴾ ع

ترجمہ :-

جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو رات میں اور دن میں (یعنی بلا تخصیص اوقات) پوشیدہ اور آشکارا (یعنی بلا تخصیص حالات) سو ان لوگوں کو ان کا ثواب ملے گا ان کے رب کے پاس اور نہ ان پر کوئی خطرہ ہے اور نہ وہ مغموم ہونگے اور جو لوگ سود کھاتے ہیں نہیں کھڑے ہوں گے (قیامت میں قبروں سے) مگر جس طرح کھڑا ہوتا ہے ایسا شخص جس کو شیطان خبطی بنادے لپٹ کر (یعنی حیران و مدہوش) یہ سزا اس لئے ہوگی کہ ان لوگوں نے کہا تھا کہ بیع بھی تو مثل سود کے ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے۔ پھر جس شخص کو اس کے پروردگار کی طرف سے نصیحت پہنچی اور وہ باز آگیا تو جو کچھ پہلے (لینا) ہو چکا ہے وہ اسی کا رہا اور (باطنی) معاملہ اس کا خدا کے حوالہ رہا اور جو شخص پھر عود کرے تو یہ لوگ دوزخ میں جاویں گے وہ لوگ اس میں ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں اور صدقات کو بڑھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے کسی کفر کرنے والے کو (اور) کسی گناہ کے کام کرنے والے کو بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اور (بالخصوص) نماز کی پابندی کی اور زکوٰۃ دی ان کے لئے ان کا ثواب ہوگا ان کے پروردگار کے نزدیک اور (آخرت میں) ان پر کوئی خطرہ نہیں ہوگا اور نہ وہ مغموم ہونگے اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود کا بقایا ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو پھر اگر تم (اس پر عمل) نہ کروگے تو اشتہار سن لو جنگ کا اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف

سے (یعنی تم پر جہاد ہوگا) اور اگر تم توبہ کر لوگے تو تم کو تمہارے اصل اموال مل جاویں گے نہ تم کسی پر ظلم کرنے پاؤگے اور نہ تم پر کوئی ظلم کرنے پائے گا اور اگر تنگ دست ہو تو مہلت دینے کا حکم ہے آسودگی تک اور (یہ بات) کہ معاف ہی کر دو اور زیادہ بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم کو (اس کے ثواب کی) خبر ہو اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ تعالیٰ کی پیشی میں لائے جاؤگے پھر ہر شخص کو کیا ہوا (یعنی اس کا بدلہ) پورا پورا ملے گا اور ان پر کسی قسم کا ظلم نہ ہوگا

اسرار و معارف :

الذین ینفقون .. .. .. ولا ھم یحزنون ۝ ۲۷۴ ع ۵

جو لوگ دن رات ظاہر پوشیدہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں یعنی جیسے ضرورت پیش آئے اسے پورا کرنے کو لپکتے ہیں اعلانیہ دینا پڑے یا چھپا کر رات ہو یا دن کا وقت نہ تاخیر کرتے ہیں اور نہ کسی حالت کو آڑے آنے دیتے ہیں جیسے سیدنا صدیق اکبرؓ کہ شاعر مشرق نے کیا خوب کہا ہے۔

آن امن الناس بر مولائے ما   آں کلیم اولِ سینائے ما
ہمت اوکشت ملت را چوں ابر   ثانی اثنین وغار و بدر و قبر

یا دیگر جملہ صحابہ کرام جن کے صدقات اور مالی جانی قربانیوں سے تاریخ عالم مزین ہے اور چشم فلک حیران۔ ایسی قوم نہ سورج نے ان سے پہلے دیکھی اور نہ ان کے بعد امید کر سکتا ہے ان کے لئے ان کے پروردگار کے پاس ان کی جانثاریوں کا بدلہ محفوظ ہے نہ انہیں اپنی حق تلفی کا یا اپنے کئے پر پریشانی کا یا عذاب الٰہی کا خوف ہی ہوگا نہ آئندہ کا کوئی غم کہ کل کیا ہوگا۔ ان کا کل ان کے آج سے بھی درخشاں ہوگا والحمد للہ علیٰ ذالک اللھم ارزقنا اتباعھم سو جو شخص بھی اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا۔ ایسے ہی اعلیٰ انعامات کا امیدوار ہوگا۔ صدقہ مال کو بغیر کسی مادی نفع کی امید کے محض اللہ کی رضا کے لئے دینے کو کہتے ہیں اس کے مقابل ربوٰ ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ بغیر کسی معاوضہ کے دوسرے کا مال لیا جاتا ہے۔ سو ارشاد ہے

الذین یاکلون الربوا .. .. .. ھم فیھا خالدون (۲۷۵)

کہ جو لوگ سود لیتے ہیں اگرچہ یہاں ارشاد سود کھانا ہے مگر مراد سود کا لینا ہی ہے خواہ کھانے میں استعمال کرے یا لباس میں یا مکان وغیرہ کے بنانے میں مطلقاً سود لینا ہی سود کھانا ہے کہ سود خوار کو حاصل کردہ رقم پر مکمل

قبضہ اور تصرف حاصل ہو جاتا ہے اور اس کی واپسی کی کوئی صورت نہیں اس لیے سود لینے کو سود کھانے سے تعبیر کیا گیا یہ لوگ قیامت کو اس طرح کھڑے ہوں گے جیسے شیطان نے ان سے لپٹ کر ان کو خبطی بنا دیا ہو اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جنات و شیاطین کے اثر سے انسان بیہوش یا مجنون ہو سکتا ہے یہ بات کتاب اللہ احادیث مبارکہ اور متواترہ مشاہدات سے بھی ثابت ہے اور اطبا نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے کہ صرع جنون یا بیہوشی کے مختلف اسباب میں سے ایک سبب جنات کا اثر بھی ہو سکتا ہے یہ بات بھی یاد رہے کہ جزا از قسم اعمال ہوا کرتی ہے دنیا میں سود خوار ایسا مدہوش تھا کہ کسی کی غربت اور بے کسی کی پرواہ تھی اور نہ احکام الٰہی کی آخرت میں اٹھا تو ایسا خبطی تھا جیسے کسی کو جنات لپٹ کر مخبوط الحواس بنا دیں کہ یہ دنیا میں کہتا تھا کہ سود مثل بیع ہی کے تو ہے کہ اشیا کی خرید و فروخت سے مقصود دولت کو بڑھانا اور نفع کمانا ہے اور سود سے بھی دولت کی بڑھوتری ہی مراد ہے تو پھر تم لوگوں نے بیع کو کیوں حلال سمجھ رکھا ہے اور وہ یہ بات بھول جاتا تھا کہ اللہ نے بیع کو حلال قرار دیا ہے اور سود کو حرام اور اللہ مالک الملک والملکوت ہے وہ ساری مخلوق کے نفع نقصان کو خود مخلوق سے بہت ہی زیادہ جانتا ہے۔ سو پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ حاکم ہے جب اس نے حکم دے دیا تو بات ختم ہو گئی۔ بیع حلال اور ربوا حرام کسی کو اس کی ذات پہ اعتراض کرنے یا سوال کرنے کا حق ہی حاصل نہیں دوسری بات کہ سود کو حلال کہنے والے کی دلیل تو عقلی تھی اور جواب حاکمانہ ہے سو عرض ہے اللہ حاکم بھی ہے اور رب العالمین بھی وہ مجموعہ نظام عالم کا خالق بھی اور ساری مخلوق سے اور مخلوق کے بھلے مدلے سے آگاہ بھی سو جب اس نے حرام کر دیا تو ظاہر ہے کہ اس میں ضرور نقصان بھی چھپا ہوا ہو گا۔ اور خباثت بھی خواہ ہم اس کو کسی حد تک جان سکیں یا بالکل ہی نہ جان سکیں کہ ہم اپنے نفع و نقصان کو تو ممکن ہے کسی حد تک سمجھ سکتے ہوں مگر پورے عالم پر کیا گزرے گی یا پوری قوم پر کیا اثر ہو گا اسے وہی علیم و خبیر جانتا ہے۔ سو جس کے پاس اللہ کی نصیحت پہنچی اور وہ سود کو حلال کہنے کے کفریہ فعل سے باز آگیا اور سود لینا بھی چھوڑ دیا تو اس سے پہلے جو کچھ وہ لے چکا ہے۔ وہ اسی کا ہوا اور ظاہراً اسکی توبہ قبول ہوئی اگرچہ اس کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے، یعنی صحیح تائب سے تائب ہوا ہے یا نہیں یہ اللہ کے علم میں ہے۔ اور وہی اس سے باز پرس کرے گا، لیکن اگر توبہ کے بعد پھر سود لینا شروع کر دیا تو یہ فعل اسے دوزخ میں لے جائیگا اگر حرام جان کر بھی کھاتے تو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ جو گوشت حرام لقمے سے بنا اسکے لیے آگ ہی سزاوار ہے نیز یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ کہ ابن کثیرؒ اور صاحب مظہری نے حدیث نقل فرمائی ہیں جن میں ارشاد ہے، کہ سود کے ستر گناہ ہیں اور ادنٰی یہ ہے کہ کوئی اپنی ماں سے زنا کرے العیاذ باللہ، سو یہ گناہ اسے دوزخ میں لے جائیگا۔ اور اگر حلال جانتا ہے۔ تو یہ کفر ہے پھر ہمیشہ دوزخ ہی میں رہیگا، بیع کیا ہے اور ربوٰ کسے کہا جائیگا یہ

بحث تفسیر مظہری میں دیکھ لی جاتے یا صاحب معارف القرآن نے بہت اعلٰے انداز میں بیان فرمایا ہے۔ وہاں سے ملاحظہ فرمائیں

یمحق اللہ الربٰو ویربی الصدقات ۔ ۔ ۔ ۔ کفار اثیم (۲۷۶)

اللہ تعالٰے سود کو مٹاتے اور صدقات کو بڑھاتے ہیں اور کسی کافر یعنی سود کو حلال جاننے والے یا بدکار یعنی سود جیسا کبیرہ گناہ کرنے والے کو پسند نہیں کرماتے۔ بلکہ مبغوض رکھتے ہیں یاد رہے سود لینے والا۔ دینے والا یا سود کی دستاویز لکھنے والا گواہی ڈالنے والا سب برابر کے گناہ گار ہیں نیز جس لالچ میں سود خور یہ کام کرتا ہے وہ ہو کبھی نہیں پاتا کہ اللہ سود کو مٹاتے ہیں، پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ سٹے کے بازاروں میں بڑے بڑے کروڑ پتی دیکھتے دیکھتے دیوالیہ ہو جاتے ہیں، اور اصل بات یہ ہے کہ دولت فی نفسہٖ مقصود نہیں نہ سونا نہ چاندی کوئی کھانے کی شے ہے بلکہ مقصد دولت سے ان اشیا کا حصول ہے جو جسم کو آرام پہنچا دیں۔ تو اوّل سود خور اپنے آرام کے لیئے بھی خرچ نہیں کرتا اگر کوئی کرے بھی تو جب اللہ اندر آرام نہیں پہنچنے دیتے تو ظاہری اسباب کا کیا فائدہ ان محلوں میں رہنے کا کیا شکوہ جن میں نیند کی گولیوں کے بغیر رات بسر نہ ہو اور پھر آخری بات یہ ہے کہ سارا جمع شدہ مال تو دنیا میں رہ گیا۔ لیکن ابدی زندگی کے لیئے ایک بہت بڑا عذاب بن کر مسلط ہو گیا صاحب تفسیر مظہری نے ایک حدیث واقعہ معراج کے بارے میں نقل فرمائی ہے۔ کہ میں نے کچھ لوگوں کو راستے میں پڑا ہو دیکھا جن کے پیٹ بڑی بڑی کوٹھریوں جتنے تھے۔ اور ان میں سانپ بھرے ہوئے تھے جو باہر سے نظر آتے تھے۔ پھر دُور سے دوڑنے کی آواز آئی تو ان لوگوں نے راستے سے ہٹنا چاہا مگر وہ پیٹ انہیں اُٹھنے نہ دیتے تھے۔ حتیٰ کہ وہ لوگ آ پہنچے اور انہیں روند کر گذر گئے۔ جبرائیل امینؑ نے بتایا کہ یہ سود کھانے والے راستے میں پڑے ہیں اور انہیں روند کر گذرنے والے فرعونی ہیں، جو صبح شام آگ پر پیش کئے جاتے ہیں۔ جو دوڑتے ہوئے چیخ اٹھتے ہیں کہ اللہ کبھی قیامت قائم نہ ہو۔ ایک اور حدیث میں ارشاد ہے۔ کہ خون کی نہر میں کچھ لوگ تھے جو کنارے پر آنے تو فرشتہ منہ میں پتھر ٹھونس دیتا پھر لڑھکتے ہوئے واپس چلے جاتے۔ پوچھنے پر جبرائیل امینؑ نے عرض کیا کہ یہ سود خوار ہیں ایسے طرح طرح کے عذاب تو برزخ میں ہو رہے ہیں آخرت میں اس سے کہیں شدید ہونگے۔ رہا معاملہ صدقات کا تو اللہ ایسے آدمی کے حال میں برکت دیتا ہے۔ —— اس کا دل مطمئن رہتا ہے۔ وہ تنکوں پر ایسی راحت پاتا ہے۔ جو سود خوار کو محل میں نصیب نہیں۔ اور پھر آخرت میں اس کا مال ہزاروں گنا بڑھ کر اسے اجر کی صورت میں ملتا ہے۔ یہاں تک ارشاد ہے کہ جو اللہ

کی راہ پر ایک کھجور دے اللہ اس کی پرورش فرماتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ کھجور احد پہاڑ کے برابر ہو جاتی ہے۔ سو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کبھی دیوالیہ ہوتے نہیں دیکھے بلکہ انکے مال میں برکت ہوتی ہے زندگی پُرسکون اور اُخروی اجر کا اندازہ ممکن نہیں جو مقصود ہے۔ اور حقیقی زندگی کی حقیقی راحت بھی ہے۔ اور اسکے ساتھ اللہ کی رضا اسکی خوشنودی تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔ جو سود خواروں کو نصیب نہیں۔

ان الذین امنو ...... ولاھم یحزنون۔ (۲۷۷)

پھر ابدی راحت کا صحیح راستہ ارشاد فرما دیا۔ جو صرف ایک ہے۔ کہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے یعنی تکمیل ایمان یہ ہے کہ انسان کا عمل اسکے عقیدے کے تابع ہو جاتے زندگی کے تمام اُمور معاملات ہوں یا اخلاقیات سب اس عقیدے کے تابع ہوں جس کا وہ مدعی ہے۔ اور پھر عبادات کیلئے اپنی ممکن کوشش صرف کر دے اقام الصلوٰۃ یعنی نماز کو قائم کرے پوری محنت پورے خلوص کے ساتھ نماز اور زکوٰۃ ارشاد فرما کر مقصود عبادات ہیں بدنی ہوں یا مالی پورے خلوص سے ادا کرے۔ تو ایسے ہی لوگ ہیں جن کے لیئے ان کے ربّ کے پاس انعامات اور اجر ہے جنہیں نہ کسی قسم کا ڈر ہوگا اور نہ افسوس جو گذشتہ پہ بھی اللہ کا شکر ادا کر رہے ہونگے اور آئندہ بھی اللہ کی نعمتوں میں روز افزوں زیادتی کے اُمیدوار۔

ع ٣٨ ٨ ٦ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا

اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ؕ
وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۪ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ
اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِىْ
عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ
شَيْـًٔا ؕ فَاِنْ كَانَ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ
ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ
وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ؕ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ
رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ
مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا
فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ؕ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ
اِذَا مَا دُعُوْا ؕ وَلَا تَسْـَٔمُوْۤا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ
كَبِيْرًا اِلٰۤى اَجَلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ
لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰۤى اَلَّا تَرْتَابُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً
حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ

اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۪ وَلَا يُضَآرَّ
كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ؕ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ
بِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ
عَلِيْمٌ ﴿۲۸۲﴾ وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا
فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا
فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ
وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ
قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۳﴾

منزل ۱

ترجمہ :۔

اے ایمان والو جب معاملہ کرنے لگو ادھار کا ایک میعاد معین تک (کیلئے) تو اسکو لکھ لیا کرو اور یہ ضروری ہے کہ تمہارے آپس میں (جو) کوئی لکھنے والا (ہو وہ) انصاف کے ساتھ لکھے اور لکھنے سے انکار بھی نہ کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو (لکھنا) سکھلا دیا اس کو چاہیئے کہ لکھ دیا کرے اور وہ شخص لکھوا دے جس کے ذمہ وہ حق واجب ہو اور اللہ تعالیٰ سے جو اس کا پروردگار ہے ڈرتا رہے۔ اور اس سے ذرہ برابر (بتلانے میں) کمی نہ کرے پھر جس شخص کے ذمہ حق واجب تھا وہ اگر خفیف العقل ہو یا ضعیف البدن ہو یا خود لکھانے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو اس کا کارکن ٹھیک ٹھیک طور پر لکھوا دے اور دو شخصوں کو اپنے مردوں میں سے گواہ (بھی) کر لیا کرو پھر اگر وہ دو گواہ مرد (میسر) نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں (گواہ بنالی جاویں) ایسے گواہوں میں سے جن کو تم پسند کرتے ہو تا کہ ان دونوں عورتوں میں

سے کوئی ایک بھی بھول جاوے تو ان میں ایک دوسری کو یاد دلادے اور گواہ بھی انکار نہ کیا کریں جب (گواہ بننے کیلئے) بلائے جایا کریں اور تم اس (دین) کے بارہ بارہ لکھنے سے اکتایا مت کرو خواہ وہ (معاملہ) چھوٹا ہو یا بڑا ہو یہ لکھ لینا انصاف کا زیادہ قائم رکھنے والا ہے اللہ کے نزدیک اور شہادۃ کا زیادہ درست رکھنے والا ہے اور زیادہ سزاوار ہے اس بات کا کہ تم (معاملہ کے متعلق) کسی شبہ میں نہ پڑو مگر یہ کہ کوئی سودا دست بدست ہو جس کو باہم لیتے دیتے ہو تو اس کے نہ لکھنے میں تم پر کوئی الزام نہیں اور (اتنا اس میں ضرور کیا کرو کہ) خرید و فروخت کے وقت گواہ کر لیا کرو اور کسی کاتب کو تکلیف نہ دی جاوے اور نہ کسی گواہ کو اور اگر تم ایسا کرو گے تو اس میں تم کو گناہ ہوگا اور خدا تعالی سے ڈرو۔ اور اللہ تعالی (کا تم پر احسان ہے کہ) تم کو تعلیم فرماتا ہے۔ اور اللہ تعالی سب چیزوں کو جاننے والے ہیں اور اگر تم کہیں سفر میں ہو اور (وہاں) کوئی کاتب نہ پاؤ سو رہن رکھنے کی چیزیں (ہیں) جو قبضہ میں دے دی جائیں اور اگر ایک دوسرے کا اعتبار کرتا ہو تو جس شخص کا اعتبار کر لیا گیا ہے (یعنی مدیون) اس کو چاہیئے کہ (دوسرے کا حق (پورا پورا) ادا کر دے اور اللہ تعالی سے جو کہ اس کا پروردگار ہے ڈرے اور شہادت کا اخفاء مت کرو اور جو شخص اس کا اخفاء کرے گا اس کا قلب گنہگار ہوگا۔ اور اللہ تعالی تمہارے کئے ہوئے کاموں کو خوب جانتے ہیں

اسرار و معارف:

یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ ...... وھم لا یظلمون ع ۸۱، ۸۰، ۷۹، ۲۷۸ ع ۶

سو اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اللہ کی رضامندی اور خوشنودی کو کبھی ہاتھ سے جانے نہ دو اور سود چونکہ اللہ نے تمہارے لئے حرام قرار دیا ہے۔ سو جو باقی ہے۔ سب چھوڑ دو اگر تم اپنی بات میں سچے ہو اور تم نے صدق دل سے ایمان قبول کیا ہے۔ تو پھر اطاعت کئے سوا کوئی راستہ نہیں اور اگر تم باز نہ آئے تو ظاہر ہے۔ صرف دعوائے ایمان ہے ورنہ سود جیسی لعنت میں مبتلا ہونے کی کیا ضرورت تھی سو اللہ اور اسکے رسول کیساتھ لڑنے کیلئے تیار ہو جاؤ یعنی سود کو مسلمان حاکم زبردستی روک دے اور اگر سود خواروں کی کوئی جماعت سو جن کو روکنے کیلئے لڑنا پڑے تو ان سے جہاد کیا جائے گا جبتک وہ تائب نہیں ہو جاتے اور یہی حکم نماز روزہ اور زکوٰۃ کا ہے کہ انکار کرنے والا قطعی کافر ہو کر مرتد ہوگا۔ اور واجب القتل اگر کثیر جماعت ہو تو اس کے ساتھ جہاد مسلمان امیر پر فرض

ہے۔ تا وہ توبہ کریں یا قتل ہوں۔ اور اگر انکار نہ کرے اور عمل بھی نہ کرے تو فاسق ہوگا اور حاکم اسے قید کرے تاوقتیکہ وہ تائب ہو۔ اگر بغیر توبہ کے مرجائے تو نہ جنازہ پڑھا جائے گا اور نہ ہی مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہوگا۔

فرمایا اگر توبہ کرلو تو تم اصل مال لینے کے حقدار ہو نہ تم کسی سے زیادہ لیکر ظلم کرو اور نہ کوئی تمہارا اصل مال روک کر تم پر زیادتی کرے۔ یہاں ثابت ہوتا ہے کہ سود خوار اگر توبہ نہ کرے تو اسکا اصل مال بھی ضبط کیا جائے گا۔ اسے نہیں مل سکے گا ہاں اگر جس سے اصل مال واپس لینا ہے اسے تنگی میں پاؤ تو اسے مہلت دو۔ صبر سے کام لو اس پر احسان کرو تاوقتیکہ اللہ اسے فراخی دے اور وہ مال واپس کرنے کے قابل ہوجائے۔ لیکن اگر بالکل ہی بے بس ہے تو صدقہ کردو اللہ کے لئے چھوڑ دو یہ تمہارے لیئے بہت ہی بہتر اور بہت بڑے اجر کا سبب ہے۔ اگر تم سمجھ سکو تو یہ بہت اعلیٰ نیکی ہے احادیث مبارکہ میں اسکی بہت بڑی فضیلت آئی ہے۔ بلکہ یہاں تک ارشاد ہے کہ غریبوں کو تنگی کی حالت میں ادائے قرض میں مہلت دینے والے یا اللہ کے لیے معاف کرنے والے لوگ عرشِ الٰہی کے سایہ میں ہونگے، جبکہ میدان حشر میں اسکے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ سو فرمایا اس دن کا خیال کرو اور اس روز کیلئے اپنی کوئی جائے پناہ بنالو جس روز تم سب اللہ کی بارگاہ میں حاضر کیے جاؤ گے اور پھر ہر کسی کو اسکی محنت یا کارکردگی کا پورا پورا بدلہ دیا جائیگا۔ اور کسی سے کوئی زیادتی نہ کی جاتے گی۔ جو کچھ کسی نے دنیا میں عقیدہ وایمان رکھا اسکے مطابق اور جو کچھ اس نے کیا اس پر جو بھی اجر ملنا چاہیے۔ عذاب یا ثواب ہر کسی کو بغیر کسی کی حق تلفی کیئے دیا جاتے گا۔ سبحان اللہ انداز بیان ایسا ہے کہ گناہ کی بخشش کی گنجائش ہے مگر نیکی کے نقصان کا کوئی امکان نہیں۔ ع

یاایھا الذین امنوا اذا تداینتم ...... واللہ بکل شیء علیم (۲۸۲)

آج کا دور تو تعلیم و تعلم کا اور نئی نئی ایجادات کا ہے۔ اب تو بات کمپیوٹر کو بھی نیڈ کی جاسکتی ہے مگر معاملات کے بارہ میں خصوصاً مالی معاملات جو اکثر جھگڑوں کی بنیاد بنتے اور پورے معاشرے کے سکون کو تباہی کے گڑھے میں پھینکنے کا سبب بنتے لیکن آج سے چودہ صدیاں پیشتر دیکھا جاتے تو یہ صرف اسلام تھا جس نے انسان کو معاملات یا لین دین میں تحریر اور شہادت کا طریقہ تعلیم فرمایا۔ کہ اس طرح سے نہ کسی کی حق تلفی ہو اور نہ کوئی فساد پیدا ہونے کا امکان ہے۔ آج جو طریقے رائج ہیں اسی کی ترقی یافتہ صورتیں

ہیں۔ جن میں اصل وہی ہے کہ لین دین یادداشت کیلئے ضبط تحریر میں لایا جاتے۔ اگر جدت آگئی ہے۔ تو طرز تحریر میں اور لیس، سو ارشاد ہوا کہ اے ایمان والو جب تم آپس میں کسی مدت تک ادھار کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔ یہاں یہ تعلیم فرمایا کہ ایک تو معاہدہ ہو اور پھر قرض کی مدت مقرر کی جائے۔ ایسی مدت جس میں ابہام نہ ہو کہ جی فصل آنے پر دے دونگا یہ درست نہیں بلکہ تاریخ اور مہینہ تک معین ہونا چاہیئے اور پھر یہ بھی ضروری ہے کہ لکھنے والا تمہارے درمیان پوری دیانتداری اور انصاف سے لکھے کسی فریق کی طرفداری نہ کرے کسی کے دنیوی نفع کیلئے اپنا ابدی نقصان نہ کرے ونیز پڑھا لکھا آدمی لکھنے سے انکار نہ کرے کہ اللہ نے اسے پڑھنا لکھنا سکھایا ہے۔ تو اللہ کی مخلوق کے کام آکر ہی اللہ کا شکر بھی ادا کرسکتا ہے۔ ونیز جس کے ذمہ حق ہے۔ وہ تحریر لکھوائے یا دستاویز کا مضمون وہ املا کرائے اور اللہ سے ڈرتا رہے لکھوانے میں کسی طرح کی کمی بیشی اور حیلہ سازی نہ کرے اور اگر جس پر قرض ہے۔ وہ بے عقل ہے یا ایسا بوڑھا جس کی عقل درست نہیں یا املا نہیں کرسکتا جیسے گونگا یا پردہ نشین عورت تو چاہیے کہ اسکا ولی تحریر کرادے مجنون اور نابالغ کا تو ولی ہی کرائے گا۔ گونگے یا پردہ نشین عورت یا کسی غیر ملکی کی طرف سے جو زبان سے واقف نہ ہو ولی ہی تحریر کرائے گا۔ اور اگر وہ کسی کو اپنا وکیل مقرر کرے تو بھی درست ہے کہ لفظ ولی کے معنی میں وہ بھی شامل ہے۔ یاد رہے یہ سارا حکم استحبابی ہے جیسے۔ واذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض۔ یہاں تک بات ضبط میں لانے کی تھی اسکو درست ثابت کرنے کے لیئے ارشاد ہوا اس پر تم میں سے دو مردوں کی گواہی ہونی چاہیئے۔ تم میں سے ظاہر ہے کہ گواہ مسلمان ہونگے اور بالغ اور عادل ہونگے۔ کہ فاسق شہادت کا اہل نہیں اور اگر دو مرد موجود نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ کرلو ایسے مرد اور ایسی عورتیں جن کی گواہی تمہیں پسند ہو یعنی عادل ہوں۔ فاسق نہ ہوں ناپسندیدہ افراد نہ ہوں اور ایک مرد کے مقابل دو عورتیں اس لئے اگر ان میں سے ایک بھول جائے۔ تو دوسری اسے یاد دلا سکے۔ یعنی نہ اکیلا مرد شہادت کیلئے کافی ہے اور نہ دو عورتیں۔ بلکہ ایک مرد اور دو عورتیں ہوں۔ اور بہتر صورت یہ ہے کہ شہادت مردوں سے دلائی جائے آجکل اس بات کا ہمارے یہاں بہت چرچا ہے شرعی قانون شہادت میں بالکل اسی طرح سفارش کی گئی۔ جسطرح اللہ کا ارشاد ہے۔ اس پر ملک بھر میں عورتوں کے ایک خاص طبقہ نے بڑا شور اٹھایا یہاں تک کہ جلوس نکلے لاٹھی چارج ہوتے اور ابھی شورش ختم نہیں ہوا حیرت ہے کہ عورت اسی بات پہ جلوس کیوں نہیں نکالتی کہ اسے عورت کیوں بنایا گیا ہے۔ غالباً مرد نہ

شکل بنا کر بال ترشوا کر بازاروں میں گھومنے والی عورتیں اس بات پہ مجسم احتجاج ہیں۔ مگر ان کے مقابل مردوں کی ایک قسم بھی ایسی ہے۔ جو اپنے مرد بناتے جانے سے بیزار سرخی پوڈر لگا کر زنانہ لباس پہن کر بازاروں میں کھڑے صنعت باری پہ احتجاج کناں نظر آتے ہیں یہ سب باتیں اللہ سے ناآشنائی خالق کی عظمت سے جہالت اور دین سے دوری کا ثبوت ہے۔ مساوات کا یہ معنی نہیں کہ مرد اور عورت کو کانٹ چھانٹ کر ملا جلا کر کوئی درمیانہ راستہ اپنایا جائے۔ اور ایسی مخلوق وجود میں آئے جو ہر طرح برابر ہو۔ بلکہ مساوات کا معنی یہ ہے کہ مرد کو جو حق بحیثیت مرد ہے وہ ملے اور عورت کو جو حق بحیثیت عورت حاصل ہے۔ وہ نصیب ہو۔ وہ عورتوں کو قائل کرنے کے لیے ٹیلی ویژن پروگرام آئے۔ بڑا زور لگایا گیا لیکن صرف ان باتوں پہ کہ عورت کہاں عدالتوں میں خوار ہوتی پھرتے۔ اللہ نے اولاً مردوں کو گواہ کیا ہے۔ اور مجبوراً گواہی دینی پڑے تو عورت اکیلی نہ ہو کم از کم دو ضرور ہوں یعنی یہ بات بھی اپنی جگہ درست ہے۔ مگر جو بات اللہ نے ساتھ بیان فرما دی ہے وہ کیوں نہیں کہتے کہ عورت فطرتاً مرد کی نسبت کم استعداد رکھتی ہے۔ سو اللہ کا ارشاد ہے کہ اگر ایک بھول جائے اور بھول گئی تو پھر اس کے لیے کیسے گواہ لاؤ گے۔ سو شروع ہی سے دو رکھو کہ ایک دوسری کو یاد دلا سکیں یہی۔ استعداد کی بات تو عرض کہ اصل علم نبوت ہے۔ جو تمام علوم کا سرچشمہ اور ساری انسانیت کیلئے مصدر اور منبع کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگرچہ تمام انبیاء علیہم السلام نے عورتوں کی گود میں پرورش پائی۔ بجز حضرت آدم علیہ السلام جو براہ راست مٹی سے تخلیق کیے گئے۔ مگر کسی عورت کو نبوت عطا نہیں ہوئی اور یہ بار امانت عورت پہ نہیں ڈالا گیا۔ کیا کوئی عورت یہاں احتجاج کرے گی۔ یا ایک حدیث پاک مضمون ہے کہ عقل مند اور سمجھ رکھنے والے مرد کو کم عقل اور کم دین رکھنے والی یعنی عورت سے بڑھ کر کوئی اندھا نہیں کرتا تو کسی عورت نے عرض کی یا رسول اللہ ہم عقل یا دین میں کمزور ہیں ارشاد ہوا کہ ایک مرد کے مقابل دو عورتوں کی شہادت تو عقل کی کمی پہ دال ہے۔ اور ہر ماہ ایام مخصوصہ میں نماز روزہ نہ کر سکنا یا نماز کا معاف ہونا دین کے نقص پہ شاہد ہے۔ تو کیا ہماری ترقی پسند خواتین جلوس نکالیں گی کہ آئندہ مرد بچے جنا کریں یا ایک بچہ عورت جنے اور ایک مرد کہ مساوات قائم رہے۔ یہ ہرگز مساوات نہیں بلکہ مساوات یہ ہے کہ جو فرائض عورت کے ذمہ ہیں وہ ادا کرے اور جو حقوق اسکے بحیثیت عورت ہیں ضائع نہ ہونے پائیں اور جو فرائض اللہ نے مرد کے ذمہ لگاتے ہیں وہ ادا کرے اور اپنے حقوق حاصل کرے۔ نیز

جس کو گواہی کیلئے کہا جائے۔ بلا عذر شرعی انکار نہ کرے کیونکہ یہی احیائے حق کا طریقہ ہے اور شہادت سے بچنے کا ذریعہ نہ کوئی ایسا شخص جو گواہ ہو گواہی پر حاضری سے انکار کرے اور نہ ہی دستاویز لکھنے میں سستی کرو۔ معاملہ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ضرور مقررہ معیاد لکھا لو کہ یہ تحریر اور شہادت ہی شک وشبہ سے بچنے کا بہترین ذریعہ ہے یہ اور بات ہے کہ سودا دست بدست ہو تو تحریر نہ لکھی جائے تو بھی حرج نہیں مگر بہتر ہے۔ اس پر بھی گواہ مقرر کر لو کہ کسی وقت دینے والا یا لینے والا اپنی بات سے پھر نہ سکے اور کوئی تنازع پیدا نہ ہو۔ اور کبھی لکھنے والے یا گواہی دینے والوں کو تنگ نہ کرو کہ ایسا کرنا سخت گناہ ہے۔ سو اللہ سے ڈرتے رہو۔ سو پتہ چلا کہ کاتب یا گواہ کو نقصان پہنچانا حرام ہے۔ سو کاتب اگر اجرت مانگے یا گواہ آنے جانے کا خرچ طلب کرے تو یہ اس کا حق ہے۔ ادا نہ کرنا بھی اسکو نقصان پہنچانا ہی ہوگا جو حرام ہے اور سخت گناہ۔

دین برحق نے پہلے تو معاملات کو ضبط تحریر میں لانے اور ان پر شہادت قائم کرنے کا حکم دیا پھر کاتب کو ارشاد ہوا کہ لکھنے سے انکار نہ کرے و نیز مسلمان شہادت دینے سے گریز نہ کریں۔ اور آخر میں ارشاد ہوا کہ کاتب یا گواہ کو پریشان نہ کیا جائے نہ اسکو مالی نقصان پہنچایا جائے۔ نہ توہین کی جائے اور نہ بلاوجہ عدالتوں کے چکر لگوائے جائیں۔ تاکہ بات صاف ہو جھگڑے کم ہوں اور ان میں بھی انصاف حاصل ہو سکے۔ اب تو حال برعکس ہے۔ پہلے تو گواہ کو تھانیدار صاحب ہی یوں دیکھتے ہیں۔ جیسے سارا قصور اسی بے قصور کا ہے۔ پھر آئے دن تھانے کے چکر اور توہین آمیز دھمکیاں جب وہاں سے بچے عدالتوں کے چکر خصوصاً دیوانی عدالتیں تو دیوانہ کئے دیتی ہیں۔ جسکی وجہ سے ہر شریف آدمی شہادت سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اور پیشہ ور گواہوں کی بن آئی عدالتیں ان کے رحم وکرم پر اور انصاف ان کی مٹھی میں۔ سو کتاب اللہ نے سب کے حقوق مقرر فرما دیئے۔ اور ارشاد ہوا کہ بحیثیت مسلمان اللہ سے ڈرتے رہو تمہارا تو آخرت پہ ایمان ہے۔ اللہ کے ہاں حاضری کی امید لیے بیٹھے ہو اور پھر اللہ ہی اپنے کمالِ کرم سے تمہیں تعلیم فرما رہا ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ وہ ہر بات سے واقف بھی ہے۔ فقہا نے اس آیۂ کریمہ سے تقریباً بیس اہم فقہی مسائل نکالے ہیں۔ تفسیر مظہری میں عمدہ بحث ہے۔ سو اسکے ساتھ خوف خدا اور آخرت کی یاد کو رکھا کہ قانون پر عمل تب ہی ہو سکتا ہے۔ جب دل میں ایمان بھی ہو ورنہ تو بس دیوار جو جی میں آئی کر گذرے۔

لِلّٰهِ مَا فِی ٣٩ ع ٢
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْۤ
اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ
يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ
قَدِيْرٌ ﴿٢٨٤﴾ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ
وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ
وَرُسُلِهٖ ۫ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۫ وَقَالُوْا
سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۫ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿٢٨٥﴾
لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ
وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِيْنَاۤ
اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ
عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا
طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۫ وَاغْفِرْ لَنَا ۫ وَارْحَمْنَا ۫
اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٨٦﴾ ع

ترجمہ

اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں سب جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں اور جو باتیں تمہارے نفسوں میں ہیں ان کو اگر تم ظاہر کرو گے یا پوشیدہ رکھو گے حق تعالیٰ تم سے حساب لیں گے پھر (بجز کفر و شرک کے) جس کے لئے منظور ہو گا بخشدینگے اور جس کو منظور ہو گا سزا دینگے اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔ اعتقاد رکھتے ہیں رسول (صلعم) اس چیز کا جو ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور مومنین بھی سب کے سب عقیدہ رکھتے ہیں اللہ کے ساتھ اور اس کے فرشتوں کے ساتھ اور اس کی کتابوں کے ساتھ اور اس کے پیغمبروں کے ساتھ کہ ہم اس کے سب پیغمبروں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے اور ان سب نے یوں کہا کہ ہم نے (آپ کا ارشاد) سنا اور خوشی سے مانا ہم آپ کی بخشش چاہتے ہیں اے ہمارے پروردگار اور آپ ہی کی طرف (ہم سب کو) لوٹنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مکلف نہیں بناتا مگر اسی کا جو اس کی طاقت اور اختیار میں ہو اس کو ثواب بھی کا ملیگا جو ارادہ سے کرے اور اس پر عذاب بھی اسی کا ہو گا جو ارادہ سے کرے اے ہمارے رب ہم پر دارو گیر نہ فرمائیے اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں اے ہمارے رب اور ہم پر کوئی سخت حکم نہ بھیجئے جیسے ہم سے پہلے لوگوں پر آپ نے بھیجے تھے اے ہمارے رب اور ہم پر کوئی ایسا بار (دنیا یا آخرت کا) نہ ڈالئے جس کی ہم کو سہار نہ ہو اور درگزر کیجئے ہم سے اور بخش دیجئے ہم کو اور رحم کیجئے ہم پر آپ ہمارے کارساز ہیں (اور کارساز طرفدار ہوتا ہے) سو آپ ہم کو کافر لوگوں پر غالب کیجئے۔

اسرار و معارف

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ ۔۔۔۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمًا (۲۸۳) ع: ۷

اگر تم سفر میں ہو یا کسی وجہ سے کاتب دستیاب نہ ہو تو کوئی یہ چاہے کہ اعتماد کے لئے کوئی چیز گروی رکھ لے تو اس کی بھی اجازت ہے لیکن لفظ مقبوضہ سے ظاہر ہے کہ مرتہن صرف قبضہ میں رکھ سکتا ہے اس سے نفع حاصل نہیں کر سکتا۔ اس سے نفع حاصل ہو تو راہن یعنی اصل مالک کا ہو گا۔ ہمارے ہاں زمین رہن رکھنے کا رواج ہے پھر مرتہن اسے کاشت کرتا تو چاہیئے کہ مالک کا حصہ اس کی رقم سے وصول کر لیا جائے۔ یا اسے دے دیا جائے ورنہ جائز نہ ہو گا۔ نیز اگر باہم ایک دوسرے پر اعتماد کرتے ہو تو اس کو بحال رکھنے

میں پوری کوشش کرو جس کے پاس دوسرے کا مال ہو وہ ضرور مقررہ وقت پہ واپس کرے کہ باہمی اعتماد مجروح نہ ہو۔ اور اللہ سے ڈرتا رہے جو اس کا رب ہے یعنی اس کی روزی تو اللہ کے ذمہ ہے پھر کیوں امانت میں خیانت کا مرتکب ہو۔ د نیز جس کو کسی معاملہ کی خبر ہو یہ بھی امانت ہے ضرورت پڑنے پر ضرور بیان کرے اور شہادت کو نہ چھپائے اگر ایسا کرے گا تو اس کا دل گناہگار ہوگا یعنی یہ محض زبانی گناہ نہیں بلکہ براہ راست دل کو متاثر کرے گا یقیناً دل جس طرح گناہ سے آلودہ ہوتا ہے اسی طرح نیکی سے روشن بھی ہوتا ہے۔ حقیقتاً دل حکمران ہے اور گناہ کا حکم وہی صادر کرتا ہے تب اعضاؤ جوارح عمل کرتے ہیں سو اگر دل خود اللہ سے آشنا ہو اور اللہ کا ذکر کرنے والا ہو۔ اللہ کی ذات اور اللہ کا اسم ذاتی اس کا مذکور ہو۔ اس میں موجود ہو تو وہ اس کے خلاف حکم نہیں کرتا جب وہ حکم نہیں کرتا تو اعضاء و جوارح اللہ کی نافرمانی کے مرتکب نہیں ہوتے۔ اسی لئے صوفیائے کرام دل پہ حملہ آور ہوتے اور ذکر قلبی تعلیم کرتے ہیں کہ جب دل ذاکر ہو کر روشن ہو گا تو سارا جسم نیکی کرے گا۔ ذہن۔ نظر۔ کان۔ زبان۔ ہاتھ پاؤں سب اس کے درباری اور پیادے ہیں جو اس کے سامنے دم نہیں مار سکتے اور یہی مفہوم اس حدیث پاک کا ہے کہ انسان کے جسم میں ایک بوٹی ہے اگر بگڑ گئی تو سارا جسم بگڑ گیا اگر سدھر گئی تو سارا جسم سدھر گیا۔ خوب جان لو وہ بوٹی دل ہے۔ سو جو تم سے صادر ہوتا ہے اللہ اس سے خوب آگاہ ہے اس سے واقف ہے اور اس کا ویسا ہی پھل لگتا ہے جیسا تم پودا کاشت کرتے ہو۔ سو ہمہ وقت اس بات کو دھیان میں رکھنا چاہیئے کہ زندگی کی اصلاح اس کے سوا محال ہے ع :

لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ . . . . وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ (۲۸۴)

حقیقتاً تو جو کچھ بھی آسمانوں اور زمینوں میں ہے سب اللہ کریم کا ہے اصل مالک وہی ہے۔ انسان یہاں محدود مدت کے لئے آتا ہے اور بطور خلیفہ اور امین کے اسے ان چیزوں پہ عارضی اختیار عطا ہوتا ہے بالآخر سب کچھ چھوڑ کر چلا جاتا ہے اور وہی مال اور جائیداد بعد میں آنے والوں کو مل جاتے ہیں یہاں آسمانوں اور زمینوں میں کی اشیا کا ذکر فرما کر سب مخلوق مراد لی ہے ورنہ عرش و کرسی اپنا علیحدہ وجود رکھتے ہیں یا قلب روح سر خفی اور اخفیا یا ارواح انسانی سب کچھ اللہ کا ہے مگر طرز کلام ایسا ہے کہ عام آدمی جن چیزوں کے بارے عموماً علم رکھتا ہے وہی ارشاد فرما کر سب جہان مراد لیا جا رہا ہے خواہ عالم خلق ہو یا عالم امر مگر ان چیزوں کا نام نہیں لیا گیا جن سے خواص بھی کم ہی آگاہ ہو سکتے ہیں۔ اب اگر تم کوئی شے تم دل میں چھپاؤ یا

ظاہر کرو اللہ تم سے سب کا حساب لے گا اور پھر وہ مالک ہے جسے چاہے بخش دے خواہ اس کے گناہ کیسے ہی بڑے ہوں سوائے ان گناہوں کے جن کے بارے اعلان فرما دیا ہے کہ نہ بخشوں گا اور وہ کفر یا شرک ہیں یہاں چونکہ مخاطب مومنین ہیں لہٰذا صرف کبائر یا صغائر کی بات ہو گی جسے چاہے عذاب دے خواہ کسی چھوٹے گناہ پہ پکڑے وہ ہر چیز پہ قادر ہے یوں تو بہت طویل بحثیں کی گئی ہیں جن کا ماحصل یہ ہے کہ ارشادِ نبوی کا مفہوم یہ ہے کہ وساوس میری امت سے معاف کر دیئے گئے تو ان چھپی باتوں سے وہ پوشیدہ ارادے مراد ہیں جو کسی کام کے بارے دل میں آئے پھر یہ الگ بات ہے کہ عمل کیا یا نہ کیا یعنی اعتقادات عبادات اور معاملات سب میں اول بات دل ہی میں آتی ہے پھر عمل کیا تو ظاہر ہو گئی ورنہ دل میں رہی تو باز پرس ہو گی۔ دراصل اللہ کی طرف سے مقرر کردہ اعمال ہیں ہی دو طرح سے ایک اعضاء و جوارح سے متعلق ہیں نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ یا معاملات اور دوسرے دل سے تعلق رکھتے ہیں جیسے ایمان و کفر یا اخلاقِ صالحہ۔ قناعت تواضع صبر سخاوت وغیرہ یا رذائل کبر حرص حسد بغض حُبِ دنیا وغیرہ۔ سو ان سب کا حساب ہو گا تو کس قدر خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو صفائے قلب کو حاصل کرتے ہیں جو نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے سینہ بسینہ چلی آ رہی ہے کہ صحابیت صرف صحبتِ نبوی سے حاصل ہوئی ایک خاص کیفیت ان کے دلوں میں پیدا ہوئی جو اُن کی صحبت سے تابعین کو نصیب ہوئی اور تابعین کی زیارت ہی تبع تابعین کو ایک خاص مقام عطا کر گئی۔ ازاں بعد خوش قسمت افراد نے زندگیاں وقف کر دیں اور اس نعمت کو حاصل کیا حتیٰ کہ انہیں یہ مقام حاصل ہوا کہ دولت و مال کجا خود اپنی ذات اور اپنے کمالات کو عطائے باری جانا اور کبھی اس کی ملکیت کے مدعی نہ ہوئے۔ اگر کبھی خطا ہوئی جو بحیثیت انسان قلب منور ہونے کے بعد بھی ممکن ہے تو سخت شاق گزری تضرع اور زاری کرنے لگ گئے جس سے ان کے گناہ بھی اللہ نے حسنات میں بدل دیئے۔ ارشادِ نبوی ہے کہ مومن کو اللہ قریب کرے گا اور اپنے دستِ قدرت سے ڈھانک لے گا پھر ارشاد ہو گا تو نے یہ بھی کیا یہ بھی کیا حتیٰ کہ وہ سمجھے گا میں ہلاک ہو گیا تو ارشاد ہو گا کہ ہم نے دنیا میں تیرا پردہ رکھا یہاں بھی رکھیں گے جا تجھے بخش دیا اور منافق اور کافر کو اعلانیہ بتایا جائے گا کہ رسوا ہوں پھر ارشاد ہو گا کہ میری امت کے ستر ہزار افراد بے حساب جنت میں داخل ہوں گے جن کے ساتھ ستر ستر ہزار ہوں گے اور پھر تین لپ بھر کر اللہ بے حساب جنت میں داخل فرمائے گا۔ صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں کہ یہ ستر ہزار وہ ہوں گے جو نہ صرف خود کامل ہوں گے بلکہ کامل گر ہوں گے کہ ان کے ذریعہ سے

دوسرے لوگ بھی کمال کو پہنچے اور انہوں نے خلوصِ دل سے ہر شے کو اللہ ہی کی ملکیت جانا حتیٰ کہ اپنی نیکیوں کو بھی اللہ کی عطا سمجھے اور مغرور نہ ہوئے۔ دوسرے گروہ ان فقرا مومنین کے ہوں گے جنہوں نے صحابہ کرامؓ سے کمال حاصل کیا اور صفائے قلب کے حصول میں لگے رہے۔ فرماتے ہیں پہلا گروہ کامل گروں کا ہوگا اور دوسرا کاملین کا۔ اور اللہ کی لیوں کا کیا اندازہ کہ ہر دو عالم لب میں سما جائیں فرماتے ہیں دراصل تین طرح کے لوگ مراد ہیں جنہوں نے واقعی کاملین سے فیض پایا اور مردانِ باصفا ثابت ہو کر کسی نے عبادات میں درجہ پایا۔ کوئی راہِ حق میں شہید ہوا اور کسی نے مال اللہ کی راہ میں صرف کیا۔ ایسے تین طرح کے مخلص افراد بھی ان کے طفیل بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے پھر باقی مخلوق کا حساب ہوگا یہاں صاحبِ تفسیر مظہری اللہ اُن پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے رقمطراز ہیں کہ صوفیہ کے طریقہ پر چلنا اور مجاہدات کے ذریعہ سے امراضِ نفسانی کو دُور کرنے کے لئے ان کے دامن سے وابستہ ہونا ایسا ہی فرض ہے جیسا کتاب اللہ کی تلاوت اور اس کے احکام کو سیکھنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تم میں دو عظیم الشان چیزیں چھوڑی ہیں ایک کتاب اللہ اور دوسری آل کہ اپنی آلِ رسولؐ ہی مردانِ باصفا ہیں جن کے قلوب انوارِ محمدی سے منور ہیں۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ . . . . فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ۲۸۵ - ۲۸۶ ع : ۸

یہ سورہ بقرہ کی آخری دو آیات بے شمار فضیلت رکھتی ہیں حتیٰ کہ ارشادِ نبوی ہے کہ یہ مجھے خزانہ خاص سے عطا ہوئی ہیں جو عرش کے نیچے ہے اس لیئے ان کو خاص طور سے سیکھو۔ اپنی عورتوں اور بچوں کو سکھاؤ حضرت فاروقِ اعظم اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے کہ جس آدمی کو ذرا عقل ہوئی سورہ بقرہ کی ان آخری آیات کو پڑھے بغیر نہ سوئے گا۔ نیز سورہ بقرہ میں اکثر احکام بیان ہوئے ہیں جن میں عقائد معاملات معاشرت اخلاق۔ عبادات غرض کچھ اجمالاً اور بعض تفصیل کے ساتھ، سو اس کا خاتمہ ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت اور اللہ سے عافیت و امان کے طلب کرنے پر اور استقامت علی الدین کی ترغیب پر فرمایا۔ ارشاد ہوا کہ ایمان رکھتے ہیں رسولؐ اس چیز پر جو اُن پر اللہ کی طرف سے نازل ہوئی۔ بیان کا ایک خاص انداز ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی لینے کے بجائے رسولؐ ارشاد فرما کر آپ کی عظمت کا اظہار فرمایا۔ قرآن کریم میں کسی جگہ بھی بطورِ خطاب کے یا محمدؐ ارشاد نہیں ہوا بلکہ یَآ اَیُّهَا النَّبِیُّ یَآ اَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ یا اسی طرح کے اوصاف سے پکارا گیا ہے جہاں نام مبارکؐ آیا ہے وہاں پکارا نہیں گیا آپ کی ذات کو متعین

کرنا مقصود ہے جیسے محمد رسول اللہ یا وما محمد ابا احدٍ من رجالکم۔ سو یا محمد کہنا خلاف ادب ہے جب کتاب اللہ میں اس کا لحاظ رکھا گیا تو عام مسلمان کیوں نہ رکھے گا۔ دوسرے لاؤڈ سپیکر پر پکار کر اور بلند آواز سے کہنا کتاب اللہ کی کھلی خلاف ورزی ہے کہ ارشاد ہے لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا بالقول۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز مبارک پر آواز بلند ہو نہ اس طرح پکارو جیسے آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو تو پہلی اور اچھی بات تو یہ ہے کہ وہ درود شریف پڑھا جائے جس کے بارے حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ثواب میں کوئی دوسرا درود شریف اس کو نہیں پا سکتا لیکن اگر اپنی طرف سے بنا کر پڑھنا چاہتا ہے تو حضور قلب سے اطمینان سے بیٹھ کر یا چلتے پھرتے بھی پڑھے تو ادب ہاتھ سے نہ جانے دے خواہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ہی پڑھا کرے مگر اس عقیدے کے ساتھ کہ اللہ کے مقرر کردہ فرشتے میرا صلوٰۃ وسلام پیش کر دیں گے۔ میں پھر عرض کروں گا کہ سب سے بہتر یہ ہے کہ مسنون اوراد پڑھا کرے۔

سو جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایمان واعتقاد اپنی وحی پر ہے ایسا ہی سب مسلمانوں کا ہے مگر یہاں آپ کا ذکر علیحدہ ہوا ہے کہ نفس ایمان میں بے شک سب مسلمان شریک ہیں لیکن مراتب اپنے اپنے ہیں کہ آپؐ کا ایمان مشاہدہ اور سماع پر ہے اور دوسرے مسلمانوں کا ایمان بالغیب اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رویت اور آپؐ سے سماع پر۔ ایسے ہی ان عظیم ہستیوں کا ایمان جنہیں فنا فی الرسول اور بارگاہ نبویؐ کا مشاہدہ حاصل ہے ان سے بدرجہا بلند تر ہے جن کا صرف روایات پر ہے۔

اس کے بعد اجمالاً ایمان کی تعریف فرمائی کہ وحی پر اللہ کی توحید ذاتی اور صفاتی پر اللہ کے فرشتوں کے موجود ہونے پر۔ اللہ کی کتابوں پر اور جو حقائق ان میں ارشاد ہیں ان پر۔ اللہ کے سب نبیوںؑ پر کہ کسی بھی نبیؑ کی تکذیب نہیں کرتے اگرچہ اطاعت صرف آخری کتاب اور آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوگی مگر ایمان سب پر ضروری ہے اور پھر صحابہ کرامؓ کی جاں سپاری کا تذکرہ ہے کہ انہوں نے کہا ہم نے اور سر تسلیم خم کر دیا۔ اے اللہ تیری بخشش کے طالب ہیں کہ تیرے ہی دربار میں لوٹ کے حاضر ہونا ہے سبحان اللہ ہر دو عالم سے دست بردار ہو گئے اور صرف رضائے الٰہی کو مقصود بنا لیا۔ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تعریف براہ راست صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ہے قیامت تک کے مسلمان اگرچہ اس میں شریک ہوں گے تو صحابہؓ کے اتباع کے طفیل اور ان

کے نقشِ کفِ پا کے صدقے سو جس نے ان کی اطاعت سے روگردانی کی اس کا ایمان دار ہونا ثابت نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ رضائے باری کا طالب ہو۔

پھر ارشاد ہوا کہ اسلام تو دینِ فطرت ہے اور اللہ کا احسانِ عظیم جو کاوش انسان نے اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے بہرحال کرنا تھی اسی کوشش کا سب سے اچھا طریقہ اور اعلیٰ ترتیب بھی بتادی اور اس پر عمل کو عبادت بھی قرار دیا اور پھر یہ احسان مزید فرمایا کہ جو شخص کسی کام کے کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اس کے لئے جواب دہ بھی نہ ہو گا سبحان اللہ گویا غیر اختیاری وساوس جن پر عمل تو کجا انسان رد کرنے کی کوشش کرتا ہے معاف ہوئے یا ایسے اعمال جو غیر اختیاری طور پر سرزد ہو جائیں جیسے رعشہ کی وجہ سے ہاتھ ہل گیا اور کسی کو ایذا پہنچ گئی ان پر مواخذہ نہ ہو گا۔ ہاں انسان افعالِ اختیاریہ کا مکلف ہے خواہ ظاہر سے متعلق ہوں یا باطن سے۔ سو جو دہ کرے گا پائے گا۔ نیکی پہ ثواب اور برائی پہ عذاب۔ یعنی ہر کام میں انسان کے قصد و ارادہ کو دخل ہے اور آخر میں ایک جامع دعا فرمائی کہ اے اللہ بھول چوک پہ بھی اور خطا سرزد ہونے پر جو بحیثیت انسان سوائے انبیاؑ کے سب سے ممکن ہے اللہ ہمارا مواخذہ نہ فرما اور توبہ کی توفیق بخش۔ نیز ہم پر ایسی بھاری توبہ بھی نہ ڈال اور ایسے اعمال شاقہ کا بوجھ نہ ڈال جیسے ہم سے پہلوں پہ ڈالا گیا کہ غلطی پہ فوری گرفت ہوتی اور شکلیں مسخ ہو جاتی تھیں یا توبہ کے لئے قتلِ نفس کی شرط عائد فرما دی اور اس طرح کے حالات بنی اسرائیل کے دیکھے جا سکتے ہیں۔ یہاں ان سے پناہ سکھایا جا رہا ہے کہ اے اللہ جس بوجھ کو سنبھالنے کی ہم میں سکت نہیں ہمیں اس سے معاف رکھ اور ہماری لغزشوں سے درگزر فرما اور ہمیں بخش دے۔ ہم پر رحم فرما اور کفار کے مقابل ہماری مدد اور نصرت فرما۔ ہمیں کفار کے غلبہ سے ہمیشہ مامون رکھ۔ یہاں ان لوگوں کو سوچنا چاہیئے جو کفار کے ساتھ دوستی کے طالب ہیں اور اس قدر فدا ہیں کہ حلیہ لباس کھانے پینے کے طور طریقے تک کفار سے لیتے ہیں اور ان جیسے بن کر اپنے کو ترقی پسند جانتے ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلیہ مبارک و نیز اطاعت کو قدامت پسندی کا طعنہ دیتے ہیں۔ العیاذ باللہ۔ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ اَوَّلُہٗ وَاٰخِرُہٗ

اللہ کریم کے کرم سے سورہ بقرہ تمام ہوئی سب توفیق اللہ کی عطا کردہ ہے اور سب احسان اسی مالک حقیقی کا ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک

فقیر محمد اکرم عفی عنہٗ۔

دار العرفان منارہ ضلع جہلم — ۴۔ رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ

سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰنَ مَدَنِیَّةٌ

اٰیَاتُهَا ۲۰۰ — ۳ — ۸۹ — رُكُوْعَاتُهَا ۲۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الٓمّٓ ۚ ﴿۱﴾ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ؕ ﴿۲﴾ نَزَّلَ
عَلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ
وَ اَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِیْلَ ۙ ﴿۳﴾ مِنْ قَبْلُ هُدًى
لِّلنَّاسِ وَ اَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ؕ۬ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا
بِاٰیٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ
ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَخْفٰى عَلَیْهِ شَیْءٌ فِی
الْاَرْضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ ؕ ﴿۵﴾ هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ
كَیْفَ یَشَآءُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۶﴾ هُوَ
الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ
هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ
قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ
الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ۚ وَ مَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا
اللّٰهُ ۘ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ

وقف منزل وقف النبی علیہ السلام
وقف لازم

مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّآ أُولُوا الْأَلْبَابِ ۝٧
رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا
مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ۝٨ رَبَّنَآ
إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ
لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ۝٩ ع

سورۃ آل عمران مدنی ہے اس میں دو سو آیتیں اور بیس رکوع ہیں۔

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

ترجمہ :۔

اللہ تعالیٰ ایسے ہیں کہ ان کے سوا کوئی قابل معبود بنانے کے نہیں وہ زندہ (جاوید) ہیں سب چیزوں کے سنبھالنے والے ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس قرآن بھیجا ہے واقعیت کے ساتھ اس کیفیت سے کہ وہ تصدیق کرتا ہے ان (آسمانی) کتابوں کی جو اس سے پہلے نازل ہو چکی ہیں اور اسی طرح بھیجا تھا) توریت اور انجیل کو اس کے قبل لوگوں کی ہدایت کے واسطے اور اللہ تعالیٰ نے بھیجے معجزات بے شک جو لوگ منکر ہیں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ان کے لئے سزائے سخت ہے اور اللہ تعالیٰ غلبہ (اور قدرت) والے ہیں بدلا لینے والے ہیں بے شک اللہ تعالیٰ سے کوئی شے چھپی ہوئی نہیں ہے (نہ کوئی چیز) آسمان میں وہ ایسی ذات (پاک) ہے کہ تمہاری صورت (شکل) بناتا ہے ارحام میں جس طرح چاہتا ہے کوئی عبادت کے لائق نہیں بجز اس کے وہ غلبہ والے ہیں حکمت والے ہیں وہ ایسا ہے جس نے نازل کیا تم پر کتاب کو جس میں کا ایک حصہ وہ آیتیں ہیں جو کہ اشتباہ مراد سے محفوظ ہیں اور یہی آیتیں اصلی مدار ہیں (اس) کتاب کا اور دوسری آیتیں ایسی ہیں جو کہ مشتبہ المراد ہیں سو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ اس کے اسی حصہ کے پیچھے ہو لیتے ہیں جو مشتبہ المراد ہے (دین میں) شورش ڈھونڈنے کی غرض سے اور اس کے (غلط) مطلب ڈھونڈھنے کی غرض سے حالانکہ ان کا (صحیح) مطلب بجز حق تعالیٰ کے کوئی اور نہیں

جو لوگ علم (دین) میں پختہ کار (اور فہم) ہیں وہ یوں کہتے ہیں کہ ہم اس پر (اجمالاً) یقین رکھتے ہیں (یہ) سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں اور نصیحت وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو کہ اہلِ عقل ہیں اے ہمارے پروردگار ہمارے دلوں کو کج نہ کیجئے بعد اس کے کہ آپ ہم کو ہدایت کر چکے ہیں اور ہم کو اپنے پاس سے رحمت (خاصہ) عطا فرمائیے بلاشبہ آپ بڑے عطا فرمانے والے ہیں اے ہمارے پروردگار آپ بلاشبہ تمام آدمیوں کو (میدانِ محشر میں) جمع کرنیوالے ہیں اس دن میں جس میں ذرا شک نہیں (اور) بلاشبہ اللہ تعالیٰ خلاف کرتے نہیں وعدے کو

پارہ سوم ـ سورۃ آلِ عمران

اسرار و معارف:

الٓمٓ ۝ اللہ لا الٰہ الا ھو ..... الیٰ ... لا الٰہ الا ھو العزیز الحکیم (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶)

جب بات کفار پر نصرت اور غلبہ کی طلب پر پہنچی جو کہ سورۃ بقرہ کے آخر میں بطور دعا ہے تو اس سورۃ میں کفار کے ساتھ معاملات اور تعلقات کو بیان فرما دیا گویا وہی بات آگے چل رہی ہے سب سے پہلے مومن اور کافر میں فرق ارشاد ہوا کہ توحید باری اور ذات و صفات الٰہیہ میں یہ بات واضح ہے کہ ماننے والے مسلم اور نہ ماننے والے کافر ہیں۔ گویا دنیا میں انسانوں کی تقسیم دو طرح پر ہے جسے دو قومی نظریہ بھی کہا جاتا ہے۔ ایک مومن، دوسرے کافر، مومنین باہم ایک شے ہیں اور کفر کے اندر بھی قسمیں ہیں۔ مگر بنیادی طور پر سب کافر ایک ہی ملت ہیں۔ سو یہاں توحید باری بطورِ دعوے کے ارشاد ہوئی کہ اللہ کے سوا کوئی بھی حق نہیں رکھتا کہ اُس کی عبادت کی جائے۔ الٓمٓ حروف مقطعات میں سے ہے جو اللہ اور اُس کے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان راز ہیں یا کسی کو اس قدر قوی نسبتِ باطنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو کہ علم لدُنی سے حصہ پائے۔ اور کوئی بات سمجھ سکے۔ مگر یہ بھی صرف اس کے اپنے لئے ہوگا۔ دوسرے یہی ایمان رکھیں گے کہ اللہ ورسولہ اعلم۔

اس کے بعد الوہیت باری و توحید باری کا دعوے ہے جس کی دلیل عقلی ارشاد فرمائی کہ وہ ہمیشہ زندہ ہے اور سب کائنات کو زندہ رکھنے والا۔ کوئی بھی شے اس کی قدرت کے علاوہ اپنا وجود تک قائم نہیں رکھ سکتی۔ اور عبادت

نام انتہائی تذلل کا ہے۔ غایت عاجزی کا ہے اور یہ اسی کے لئے سزاوار ہے جو انتہائی عظمت کا مالک اور ہر اعتبار سے کامل ہو۔ احتیاج سے پاک ہو۔ جو ہستی خود اپنا وجود قائم نہ رکھ سکے اور اس کی بقاء کے لئے دوسرے کی محتاج ہو خواہ بت ہو یا فرشتہ، بہت بڑا پہاڑ ہو یا دریا، ولی ہو یا پیغمبر ہرگز عبادت کے لائق نہیں ہو سکتا۔ عبادت صرف اس ذات کی ہو گی جو ہمیشہ سے ہے، ہمیشہ کے لئے ہے۔ اور وہ صرف اللہ کی ذات ہے۔

اس کے بعد دلیل نقلی ارشاد فرمائی کہ نقلاً بھی یہ بات صرف قرآن کریم میں نہیں یا صرف آپ ﷺ نے ہی ارشاد نہیں فرمائی بلکہ اس سے پہلے نازل ہونے والی تمام آسمانی کتابوں میں ہے اور تمام انبیاء و رسل نے اسی کی طرف دعوت دی ہے۔ اب اس بات کو اگر اس طرح بھی دیکھا جائے کہ دنیا میں آنے والے سب سے پہلے انسان اور اللہ کے نبی نے جو دعوت دی وہ یہی تھی لا الٰہ الا اللہ۔ پھر صدیوں بعد نوح علیہ السلام نے اسی جملے کو دہرایا۔ اور مدت مدید کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوں یا سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام۔ یہی دعوت لے کر اٹھے۔ اسی دعوت کی طرف موسیٰ و ہارون علیہ السلام نے بلایا اور یہی دعوت عیسےٰ علیہ السلام نے دی۔ اور آخر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی بات کی دعوت دے رہے ہیں تو یہ کوئی عجیب بات نہیں، بلکہ کم و بیش سوا لاکھ آدمیوں کا ایک طویل مدت میں مختلف زبانوں اور مختلف زمانوں میں کھڑے ہو کر اسی حقیقت کو بیان کرنا خود اس کی صداقت کی بہت بڑی دلیل ہے۔ خصوصاً اس وقت اس میں اور بھی بہت قوت آجاتی ہے جب ان حضرات کے کردار کو دیکھا جائے کہ سب کے سب انسانی اخلاق کے صرف مثالی نمونے نہ تھے بلکہ انسانوں کو اخلاق سکھانے والے تھے۔ سب صالح، صادق، پاکباز اور امانت دار تھے۔ ان تمام حضرات کی زندگیاں ہر برائی سے ہر طرح پاک تھیں۔ اور ان میں اس قدر بعد زمانی تھا کہ کسی دنیوی سبب سے ایک کی بات دوسرے تک پہنچ سکنا ممکن نہ تھا۔ لامحالہ یہ وحی الٰہی تھی اور یہ سب اللہ کے رسول تھے اور پھر بعثت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے اس حقیقت کو چاردانگ عالم میں منور کر دیا۔ اب جو شخص بھی اس قدر دلائل عقلیہ و نقلیہ کے ہوتے ہوئے اللہ کی توحید یا کسی وصف کا انکار کرے گا یا اس کے سوا کسی کی عبادت کرے وہی کافر ہے اور یہ یقینی بات ہے کہ ان دلائل کو جھٹلا کر کافر ایک بہت شدید عذاب کو دعوت دے رہا ہے کیونکہ اللہ ہر شے پر غالب ہے اور وہ بدلہ لینے والا ہے نیز اس کے اوصاف کمال میں یہ بات بھی ہے کہ ارض و سما میں کوئی چیز اس سے چھپ نہیں سکتی۔ اور نہ اس کی گرفت سے باہر رہ سکتی ہے۔ وہ تو ایسا قادر ہے جو شکم مادر میں رحم کے اندھیروں میں جیسی چاہتا ہے ویسی صورت بنا دیتا ہے۔ بچہ بنائے یا بچی، گورا بنائے یا کالا۔ خوش شکل بنائے یا قبیح صورت، جس کے پیٹ میں بن رہا ہے وہ آگاہ نہیں لیکن اللہ اس سے پوری طرح آگاہ ہے۔ خود

بنا رہا ہے اُسی کی قدرت سے بن رہا ہے۔ سو یہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی اُس سے چھپ سکے یا اس کے دائرہ اختیار سے باہر چلا جائے۔ غرضیکہ کافر کسی طرح نہیں بچ سکتا۔ اور ایسی کامل ہستی جو تمہاری خالق بھی ہے، رزاق بھی ہے اور تمہیں اسی کے سہارے یہاں وہاں رہنا بھی ہے وہی اکیلی عبادت کا استحقاق رکھتی ہے۔ پھر سُن لو اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ہر شئے پر غالب ہے اور حکیم و دانا بھی ہے۔ هو الذی انزل علیك الکتاب ...... الی ... اولوا الالباب۔ (۷)

وہی ذات ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب یعنی قرآن اُتارا۔ جس کی کچھ آیات محکم ہیں مضبوط ہیں یعنی اشتباہ مراد سے محفوظ ہیں کہ زبان جاننے والے شخص کے لئے نہ تو ظاہر الفاظ شبہ آفرین ہوتے ہیں اور نہ مفہوم کلام۔ جیسے قل تعالوا اتل علیکم ما حرم ربکم علیکم یا اور اس طرح کی آیات یعنی غور کرنے سے مفہوم اور مقتضاء سمجھ میں آجاتا ہے۔ یہاں صاحب تفسیر مظہری نے بطور مثال یہ آیت لکھی ہے کہ ارشاد ہے: وارجلکم الی الکعبین کہ ٹخنوں تک اپنے پاؤں دھوؤ کہ دھونے کی آخری حد مذکور ہے۔ اس لئے اس کا عطف وجوھکم اور ایدیکم پر ہوگا ورنہ اگر برؤسکم پر پڑھا گیا تو گویا مسح کرو ٹخنوں تک۔ تو زائد خود غلط ہو جائیگا۔ علماء شیعہ نے کہا ہے کہ کعب سے مراد پاؤں کا ابھار ہے۔ سو دونوں پاؤں کے اُبھار تک مسح کیا جائے گا۔ لیکن کعب کے یہ معنی خلاف ظاہر ہیں بالاجماع کعب کا معنی ٹخنہ ہے۔ اور ایک پاؤں میں دو ٹخنے ہوتے ہیں سو کعبین دھونے کی حد ہوگی نہ مسح کی۔ غرض محکم وہ آیات جن کا معنی معروف اور دلیل واضح ہو۔ اور یہی آیات ساری تعلیمات کی اصل الاصول ہوں گی۔ اور کچھ دوسری وہ ہیں جو متشابہات ہیں کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے محکم عبارت میں ان کا مفہوم بیان نہ ہو کوئی زباں داں بھی غور و خوض سے ان کی مراد کو نہیں پاسکتا۔ جن آیات کا مفہوم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے بیان ہو جائے ان کو اصطلاح میں مجمل کہا گیا ہے۔ جیسے صلوٰۃ، زکوٰۃ، حج یا ربٰو وغیرہ۔ اور اگر حضورؐ کی طرف سے تعلیم نہ ہو تو متشابہ کہا جاتا ہے اور یہ ان ہی امور میں ہوتا ہے جنکا تعلق عمل سے نہ ہو جیسے حروف مقطعات یا الرحمن علی العرش استوی تو ان پر ایمان لانا ضروری ہے کہ یہ حق ہے کیفیات میں پڑنے کی ضرورت ہرگز نہیں اور ایسے متشابہات کا علم اہل عرفان کو الہام یا تعلیم الٰہی سے ہو جاتا ہے جیسے حضرت آدمؑ کو اللہ تعالیٰ نے تمام اسماء کا علم عطا فرمایا۔ مگر یاد رہے کہ مشکوٰۃ نبوت سے خوشہ چینی بجز شرح صدر کے ممکن نہیں۔ اور یہ کبھی کبھی ہوتی ہے اور تب ہوتی ہے جب زبان و لغت عاجز آجائیں۔ اس لئے عوام کا علم ان کو پانے سے عاجز ہے۔ سو ان میں صحیح طریقہ یہ ہے کہ محکمات کی طرف لوٹا کر

دیکھی جائیں گی۔ اور جو معنی ان کے خلاف ہوں گے ان کی قطعی نفی کی جائے گی۔ اور کوئی ایسی تاویل قابلِ قبول نہ ہو گی۔ جو آیاتِ محکمات کے خلاف ہو گی۔ مثلاً عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہے۔ ان ھو الا عبد انعمنا علیہ۔ یا دوسری جگہ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب اب اگر کوئی قرآن پاک کے ان الفاظ سے کہ ارشاد ہے کلمۃ اللہ یا دوسری جگہ روح منہ یہ ثابت کرنا چاہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام الوہیت میں شریک ہیں یا اللہ کے بیٹے ہیں تو درست نہ ہو گا۔ ان آیات کا نزول ہی اس وقت ہوا جب نجران کے عیسائیوں کا وفد خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقیدہ تثلیث کو باطل ثابت فرما دیا تو کج بحثی کر کے کہنے لگے آپ انہیں کلمۃ اللہ نہیں کہتے۔ فرمایا بے شک۔ تو کہنے لگے بس الوہیت ثابت ہے۔ سو ارشاد ہوا جن کے دلوں میں کجی ہے اور فطرتِ سلیمہ سے محروم ہیں وہ متشابہات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں اور اپنی خواہشاتِ نفسانی کے مطابق معنی گھڑ لیتے ہیں۔ یہاں مفسرین نے ایک اور واقعہ بھی نقل فرمایا ہے۔ کہ یہود نے ابجد کے حساب سے اس امت کی بقا کی مدت معلوم کرنا چاہی اور حی ابن اخطب اور کعب بن اشرف وغیرہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ پر الٓمٓ نازل ہوئی ہے۔ فرمایا ہاں! تو کہنے لگے ہم اس کو آپ کی امت کی مدتِ زندگی خیال کرتے ہیں اور یہ کل ۷۱ بنتے ہیں۔ پھر پوچھا کیا اس کے علاوہ بھی کچھ ہے ارشاد ہوا ہاں المٓصٓ تو حی بولا یہ تو ۱۶۱ سال ہو گئے۔ اس کے علاوہ بھی کچھ ہے ارشاد ہوا الٓرٰ، تو کہنے لگا یہ تو ۲۳۱ ہو گئے۔ کیا کچھ اور بھی ہے ہ فرمایا۔ الٓمٓرٰ تو کہنے لگا یہ تو ۲۷۱ ہو گئے۔ پھر کہنے لگا، یہ بہت گڑبڑ ہو گئی۔ ہم ایسی باتوں کو نہیں مانتے۔ آجکل بھی شیعہ کو اکثر ابجد کا سہارا لیتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔ اور بعض اہلِ بدعت ان کی اقتدا کرتے ہیں جو سراسر جہالت اور یہود کی نقل ہے۔ اور ایسا وہی لوگ کرتے ہیں جن کے دلوں میں کجی ہے اور لوگوں کو مغالطے میں ڈالنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ اور اپنی پسند کی تاویلوں سے لوگوں کو طرح طرح کے فتنوں سے دوچار کر دیتے ہیں۔ اور یہ سب سے پہلے یہودیوں نے شروع کیا کہ شوکتِ اسلام کو زک پہنچائیں۔ چنانچہ مرور زمانہ معتزلہ اور رافضی وغیرہ وجود میں آئے اور کبھی جہلا اس مرض میں مبتلا ہو کر ہلاکت میں پڑتے ہیں۔ جیسے متاخرین اہلِ بدعت کا وطیرہ ہے۔ حالانکہ ان کی اصلی مراد سے اللہ ہی آگاہ ہے۔ یعنی جب تک کسی کو اللہ اطلاع نہ دے کوئی نہیں جان سکتا۔ یہاں حصر اضافی ہے۔ ورنہ یہ معنی نہیں ہو سکتا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی آگاہ نہیں کہ ارشاد ہے شوان

لمینا بیانہ ۔ اس اعتبار سے قرآن کا کوئی حصہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر جان کے ذرہنا چاہئے ۔ ہاں مقصد یہ کہ بغیر اللہ کے بتلائے کوئی بھی محض لغت دانی یا زبان دانی سے نہیں جان سکتا لہذا یہ پتہ چل رہا ہے کہ نہ صرف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ آپ کے کامل امتی بھی فیضانِ نبوت سے ضرور اپنا حصہ پاتے ہیں ۔ اور اخص الخواص ہیں علم لدنی کے ذریعے اس سے واقف ہوتے ہیں جس کا حصول بے کیف ذاتی یا صفاتی معیت کے سبب ہوتا ہے تحصیل اور کسب کو یہاں دخل نہیں ۔ بہرحال راسخون فی العلم جو کہتے ہیں کہ پورا قرآن اللہ کا بھیجا ہوا ہے اور ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں مفسرین کے نزدیک اس سے مراد اہل السنۃ والجماعت ہیں ۔ جو قرآن کی وہی تعبیر و تشریح صحیح مانتے ہیں جو صحابہ کرام سلف صالحین اور اجماع امت سے منقول ہے ۔ اور محکمات کو ساری تعلیمات کا محور جان کر متشابہات میں اپنی کوتاہ نظری کا اعتراف کرتے ہیں ۔ اور ان کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں ۔ بلکہ نصیحت حاصل ہی وہ کرتے ہیں جو سالم عقل اور فطرتِ سلیم رکھتے ہیں ۔ اور نہ جاننے کے باوجود کبھی جاننے کے مدعی نہیں ہوں ۔ کہ یہ جہل مرکب ہے ۔

ربنا لا تزغ قلوبنا ...... لا یخلف المیعاد ⑧٩ ع ٩

اور ہدایت کو اللہ کی عطا جان کر اللہ ہی سے سلامتی کے طلب گار رہتے ہیں کہ اے اللہ ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر یعنی حق کی طرف سے پھیر نہ دے اس کے بعد کہ تو نے ہمیں ہدایت فرمائی کتاب عطا کی اور محکم و متشابہ پر ایمان لانے کی توفیق ارزاں فرمائی غرض ہدایت کا مدار دل کی سلامتی پر ہے ۔ اور ان ہی اعمال کی قیمت بھی ہے جو خلوصِ دل سے کئے جائیں تو انسان کو اصلاحِ قلب کی طرف متوجہ ہونا دین کی سلامتی کے لئے اشد ضروری ہے جسے آج بھلایا جا چکا ہے نہ کوئی صاحب دل نظر آتا ہے نہ کوئی اس دولت کا طالب یوں نظر آتا ہے ۔ جیسے یہ بازار اجڑ گیا اس کے طالب جا چکے ۔ اب یہ دنیا بھیڑیوں اور درندوں کا مسکن ہے جو انسانی کھالوں میں نظر آتے ہیں لیکن یاد رہے منور القلوب لوگوں سے جہاں خالی نہیں ہوتا جب ایسا ہو گا تو پھر یہ جہان ہی نہ ہو گا کہ ارشاد ہے قیامت تب قائم ہو گی حتی لا یقال اللہ اللہ کہ کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ ہو گا یعنی کوئی ایسا نہ ہو گا جس کا دل ذاکر ہو ۔ اگر دل ساتھ نہ دے تو زبانی کہنے کا اعتبار نہیں اور نہ یہ اللہ کے عذاب کو روکتا ہے ۔ سو بہر حال ایسے لوگوں کی

تلاش ضروری ہے اور ان کی صحبت زندگی بخش۔

سو دعا کرتے ہیں اے اللہ ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر اور یہ رحمت محض مال و منال نہیں بلکہ وہ مجلس ہے جہاں رحمت باری بٹتی ہے۔ وہ استقامت مراد ہے جو دین پہ نصیب ہو۔ اور اہل اللہ کی مجالس ہی رحمت باری کا مہبط ہوا کرتی ہیں کہ ارشاد ہے ان رحمت اللہ قریب من المحسنین۔ سوائے اللہ تو ہی عطا کرنے والا ہے۔ اور یہ تو ضرور ہر ایک کو میدان حشر میں جمع فرمائے گا۔ جس کے وقوع یا جزا و سزا میں کسی ادنٰے اشبہ کی بھی کوئی گنجائش نہیں۔ اور یہ بات یقینی ہے کہ اللہ کبھی اپنے وعدہ کے خلاف نہ کرے گا۔ بھلائی کا وعدہ پورا نہ کرنا تو شان الوہیت سے بعید ہے معتزلہ کے نزدیک عہد عذاب کی خلاف ورزی بھی جائز نہیں۔ مگر سوائے کفر اور شرک کے جن پہ اللہ نے فرمایا کہ نہ بخشوں گا۔ کیسے بھی ہوں عفو و درگزر سے متجاوز نہیں اور جس طرح عذاب عدم توبہ سے مشروط ہے اسی طرح عدم عفو درگزر سے بھی مشروط ہے اگر اللہ رحم کرکے بخش دے تو یہ وعدہ خلافی ہرگز نہ ہوگی۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن
تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُم مِّنَ اللَّهِ
شَيْئًا ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ ﴿١٠﴾ كَدَأْبِ آلِ
فِرْعَوْنَ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا
فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿١١﴾
قُل لِّلَّذِينَ كَفَرُوا سَتُغْلَبُونَ وَتُحْشَرُونَ إِلَىٰ
جَهَنَّمَ ۚ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿١٢﴾ قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي
فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ۖ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

وَّاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْىَ الْعَيْنِ
وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً
لِّاُولِى الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ
مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ
الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ
وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ
حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ
لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ
وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ ۢ بِالْعِبَادِ ﴿۱۵﴾ اَلَّذِيْنَ
يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا
وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ
وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾
شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا
الْعِلْمِ قَآئِمًا ۢ بِالْقِسْطِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾ ؕ النصف

إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ
أُوْتُوا الْكِتٰبَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا
بَيْنَهُمْ ط وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ
الْحِسَابِ ﴿١٩﴾ فَإِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ
وَمَنِ اتَّبَعَنِ ط وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْأُمِّيّٖنَ
ءَأَسْلَمْتُمْ ط فَإِنْ أَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ج وَإِنْ تَوَلَّوْا
فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ط وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿٢٠﴾ ع

ترجمہ :-

یقیناً جو لوگ کفر کرتے ہیں ہرگز ان کے کام نہیں آسکتے ان کے مال (دولت) اور نہ ان کی اولاد اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ذرا برابر بھی اور ایسے لوگ جہنم کا سوختہ ہوں گے جیسا معاملہ تھا فرعون والوں کا اور ان سے پہلے والے (کافر) لوگوں کا کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلایا اس پر اللہ تعالیٰ نے ان پر دارو گیر فرمائی ان کے گناہوں کے سبب - اور اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں آپ ان کفر کرنے والوں سے فرما دیجئے کہ عنقریب تم (مسلمانوں کے ہاتھ سے) مغلوب کئے جاؤ گے اور (آخرت میں) جہنم کی طرف جمع کر کے لیجائے جاؤ گے - اور وہ (جہنم) ہے بُرا ٹھکانا بے شک تمہارے لئے بڑا نمونہ ہے دو گروہوں (کے واقعہ) میں جو کہ باہم ایک دوسرے سے مقابل ہوئے تھے ایک گروہ تو اللہ کی راہ میں لڑتے تھے (یعنی مسلمان) اور دوسرا گروہ کافر لوگ تھے یہ کافر اپنے کو دیکھ رہے تھے کہ ان مسلمانوں سے کئی حصّہ (زیادہ) ہیں کھلی آنکھوں دیکھنا - اور اللہ تعالیٰ اپنی امداد سے جس کو چاہتے ہیں قوت دیدیتے ہیں - (سو) بلاشک اس میں بڑی عبرت ہے (دانش) بینش والے لوگوں کو خوشنما معلوم ہوتی ہے (اکثر) لوگوں کو محبت مرغوب چیزوں کی (مثلاً) عورتیں ہوئیں بیٹے ہوئے لگے ہوئے ڈھیر ہوئے سونے اور چاندی کے نمبر (یعنی نشان) لگے ہوئے گھوڑے ہوئے (یا دوسرے) مواشی ہوئے اور زراعت ہوئی (لیکن) یہ سب استعمالی چیزیں ہیں دنیوی زندگانی کی اور انجام کار کی خوبی تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے آپ فرما دیجئے کیا میں تم کو ایسی چیز بتلا دوں جو (بدرجہا) بہتر ہو ان چیزوں سے (سو سنو) ایسے لوگوں کے لئے جو (اللہ سے) ڈرتے ہیں ان کے مالک (حقیقی) کے پاس ایسے ایسے باغ ہیں جن کے پائیں میں نہریں جاری ہیں ان میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے اور (ان کیلئے) ایسی بیبیاں ہیں جو صاف ستھری کی ہوئی ہیں اور (ان کے لئے) خوشنودی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھتے (بھالتے ہیں بندوں کو (یہ) ایسے لوگ (ہیں) جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لے آئے سو آپ ہمارے گناہوں کو معاف کر دیجئے اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچا لیجئے اور وہ (لوگ) صبر کرنے والے ہیں اور راست باز ہیں اور (اللہ کے سامنے) فروتنی کرنے والے ہیں اور (مال) خرچ کرنے والے ہیں اور آخر شب میں (اٹھ اٹھ کر) گناہوں کی معافی چاہنے والے ہیں گواہی دی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی کہ بجز اس ذات کے کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں اور فرشتوں نے

بھی اور اہل علم نے بھی اور معبود بھی وہ اس شان کے ہیں کہ اعتدال کے ساتھ انتظام رکھنے والے ہیں ان کے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں وہ زبردست حکمت والے ہیں، بلاشبہ دین (حق اور مقبول) اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہے۔ اور اہل کتاب نے جو اختلاف کیا (کہ اسلام کو باطل کہا) تو ایسی حالت کے بعد کہ ان کو دلیل پہنچ چکی تھی محض ایک دوسرے سے بڑھنے کے سبب سے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے احکام کا انکار کرے گا تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت جلد اس کا حساب لینے والے ہیں پھر بھی اگر یہ لوگ آپ سے حجتیں نکالیں تو آپ فرما دیجئے کہ (تم مانو یا نہ مانو) میں تو اپنا رُخ خاص اللہ تعالیٰ کی طرف کر چکا اور جو جو میرے پیرو تھے وہ بھی اور کہئے اہل کتاب سے اور (مشرکین) عرب سے کہ کیا تم بھی اسلام لاتے ہو؟ سو اگر وہ لوگ اسلام لے آئیں تو وہ لوگ بھی راہ پر آجاوینگے اور اگر وہ لوگ روگردانی رکھیں، سو آپ کے ذمہ صرف پہنچا دینا ہے اور اللہ تعالیٰ خود دیکھ (اور سمجھ) لیں گے بندوں کو۔

اسرار و معارف

ان الذین کفروا ۔۔۔ وبئس المھاد ۝ ١٢ تا ١٠

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا ان کے مال اور اولاد اللہ کے مقابل ذرہ برابر کام نہ آئیں گے یا وہ یہ سمجھ رکھیں کہ ان کے پاس دولت ہے اولاد ہے تو شاید عنداللہ وہ مقبول ہیں اور یہ اللہ کی خوشنودی کی دلیل ہے۔ ہرگز نہیں یہ ایک نظام ہے اللہ کا مقرر کردہ جو چل رہا ہے ہاں اللہ کی رضامندی کی دلیل دین ہے اگر دین قبول نہ کیا تو مالدار ہوں یا صاحب اولاد ہوں دوزخ کا ایندھن ہیں بلکہ ترجمہ نویوں ہے کہ یہی لوگ ہیں جو دوزخ کا ایندھن ہیں۔ ان کا رویہ تو آلِ فرعون جیسا ہے یا ان سے پہلے گزرنے والے کافروں جیسا کہ دولت اور ریاست کے لالچ میں حق کو قبول نہ کیا اور اللہ کی آیات کی تکذیب کی سو اللہ نے ان کے جرائم کی اُن کو سزا دی اور اللہ کی سزا بہت سخت ہے۔ بلکہ آپ کفار سے فرما دیجئے کہ عنقریب تم مغلوب ہو جاؤ گے اور تمہیں ہنکا کر جہنم کی طرف لے جایا جائیگا یعنی دونوں عالم میں تم دار و گیر سے نہ بچ سکو گے کہ دنیا میں تمہیں مسلمانوں کے ہاتھ سے شکست ملے گی اور آخرت میں جہنم جو بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ فتح بدر کے بعد یہود نے کہا تھا کہ مسلمانوں کو کسی آزمودہ کار جنگی قوت سے واسطہ نہیں پڑا۔ مکہ والے ناتجربہ کار تھے اگر کبھی ہم سے مقابلہ ہوا تو خبر ہو جائے گی۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں جن میں ان کی شکست کی پیشن گوئی تھی جو حرف بحرف پوری ہوئی

بنی قریظہ قتل ہوئے اور بنی نضیر جلاوطن نیز خیبر فتح ہوا جس کے بارے یہود سوچ بھی نہ سکتے تھے کہ اتنی بڑی قوت مسلمانوں کے ہاتھوں مغلوب ہو جائے گی مگر چشم عالم نے دیکھا یہ سب کچھ ہو کر رہا اور یہیں پر بس نہیں نزول اگرچہ خاص ہو مگر آیت کا حکم تو عام ہے سو کوئی یہ سوچ سکتا تھا کہ وہ چند سرفروش جنہیں مکہ میں زندہ رہنے کا حق بھی نہیں دیا جا رہا۔ اور بے کسی و بے بسی کے عالم میں مہاجرین کر نکل رہے ہیں آئندہ چند سالوں میں بحیثیت فاتح مکہ میں داخل ہوں گے اور اہل مکہ کی گردنیں جھکی ہوئی ہوں گی۔ یا صحرا و ریگ زار سے اٹھنے والے یہ چند خادمان رسول مشرق و مغرب کو ہلا کر رکھ دیں گے اور عالمی قوتیں اپنے دور کی واقعی سپر پاور یعنی قیصر و کسریٰ کی سلطنتیں ان کی ضرب پا سے چور چور ہو جائیں گی اور دین برحق کو ہر طرف نسیم سحر کی طرح اور خوشبوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک عالم کی مشام جاں تک پہنچا دیں گے صحراؤں کی وسعتیں ان کے قدموں میں سمٹ آئیں گی پہاڑ ان کا راستہ نہ روک سکیں گے اور سمندر ان کے لئے پایاب ثابت ہوں گے۔ مگر یہ سب کچھ ہوا یہی تاریخ کا روشن اور سنہرا باب ہے۔ اس پس منظر میں ہم اپنے آپ کو دیکھیں تو معاملہ بالکل برعکس ہے کہ دنیا میں مسلمانوں کی کسی آبادی یا ملک سے خیریت کی خبر نہیں آتی، آئبیریا سے لیکر فلسطین تک خون مسلم کی ندیاں بہہ رہی ہیں اور کفر کا عفریت اپنے ہیبت ناک جبڑوں میں انہیں جکڑے ہوئے ہے تو سوچتے ہیں کہ وعدہ الٰہی کیا ہوئے صاحب معارف القرآن نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہاں دنیا بھر کے کفار مراد نہیں بلکہ عہد نبوی کے یہود و مشرکین مراد ہیں جو واقعی مغلوب ہوئے بیان القرآن میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ دنیا میں صرف عہد نبوی کے کافر مراد ہیں اور آخرت میں سب۔ مگر یہ شان تو ہمیں نہ صرف خلافت راشدہ میں نظر آتی ہے۔ بلکہ صدیوں تک اس کا مظاہرہ ہوتا رہا۔ اور صلاح الدین ایوبی کی ضرب ہو یا غزنوی کی چوٹ سب میں یہی وعدہ کار فرما نظر آتا ہے اور آج کے چند تہی دست غیر تربیت یافتہ فوجی بغیر وردی بلکہ بغیر پگڑی کے اور ننگے پاؤں دنیا کی دور حاضرہ کی مسلمہ سپر پاور کو افغانستان کی گھاٹیوں میں گذشتہ تین برس سے رگید رہے ہیں یہاں بھی مادی طاقت کا کوئی مقابلہ نہیں۔ یہی نصرت اللہ ہے کہ ان بادیہ نشینوں کے سینوں میں نور ایمان ہے یہ قدامت پسند علین برستی آگ میں بھی آذان کہتے اور باجماعت نماز ادا کرتے ہیں ان کے چہرے سنت رسول سے مزین ہیں اور دل عشق رسول کی آماجگاہ یہ کافی ثبوت ہے کہ نصرت باری تو ہے۔ شاید مسلمان اپنی جگہ سے سرک گیا ہے اور ترقی کے شوق میں بے دینی اور بے حیائی کی طرف بڑھ رہا ہے جس کا سال

محرم کی جان نثاری سے شروع ہو کر ذی الحجہ کی جان سپاری پہ ختم ہوتا تھا۔ آج شب بھر کلبوں میں شراب میں دھت داد عیش دیکر گذشتہ برس کو رخصت کرتا ہے اور نئے سال کو خوش آمدید کہتا ہے اور پھر اس کے ساتھ اپنے کو اس لطف و کرم کا حقدار بھی جانتا ہے جو صرف مسلمانوں کا حق ہے اگر ہمیں آج بھی کفر کی ظلمت کو مٹانا ہے اور دنیا کو دین کے نور سے منور کرنا ہے تو پھر پلٹ کر اپنی اصلی جگہ پہ آنا ہوگا اللہ توفیق عطا فرمائے آمین۔

قد کان ..... ان فی ذالک لعبرۃ لاولی الابصار ⑬

اس وعدۂ اللہ کے ساتھ غزوۂ بدر کی مثال کو دلیل کے طور پر ارشاد فرمایا کہ تم اس کی مثال کا نظارہ کر چکے ہو کہ میدان بدر میں دو گروہوں کا مقابلہ ہوا تھا۔ جہاں مادی اسباب کے اعتبار سے یا افرادی قوت کے اعتبار سے کوئی مقابلہ نہ تھا کہ اہل مکہ ۹۵۰ کی تعداد میں اور مکہ کے چنے ہوئے جنگجو افراد جن کے پاس ۷۰۰ اونٹ ۱۰۰ گھوڑے مکمل سامان حرب اور وافر مقدار میں راشن بھی تھا۔ دوسری طرف ۳۱۳ جانفروش جن میں ۷۰ مہاجر اور باقی انصار تھے ان میں بچے بھی تھے اور بعض عمر رسیدہ افراد بھی کل ۷۰ اونٹ دو گھوڑے اور سامان حرب میں کل چھ زرہیں اور آٹھ تلواریں تھیں یہ پہلی جنگ تھی جو رمضان ۲ ہجری میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قیادت میں کفر کے مقابل لڑی گئی مہاجرین کے علمبردار حضرت مصعب رضی بن عمیر اور انصار کے حضرت سعد رضی بن عبادہ رضی اللہ عنہما تھے اور ایک جھنڈا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے لشکر کا بنایا جو عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے دوپٹے سے بنایا گیا تھا اور اس کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اٹھائے ہوئے تھے گویا جان پیش کی احباب کی جان پیش فرمائی گھر اور شہر سے ہجرت فرمائی اور میدان بدر میں اللہ کا رسول ناموس رسالت بھی راہ خدا پہ لے آیا کہ اللہ اگر آج یہ جھنڈا گرے گا تو تیرے رسول کی محبوب بیوی کا دوپٹہ ہے جو کفار کے قدموں میں روندا جائے گا۔ اب تیرے اختیار میں ہے کہ اسے بلند رکھ سو اللہ نے اس کو بلند رکھا تاریخ شاہد ہے کہ دوسری دفعہ خیبر کے مقام پہ جب لڑتے لڑتے مہینہ بھر سے اوپر دن نکل گئے راشن کے ساتھ سامان حرب بھی کافی نہ رہا۔ تلواریں بیشتر ٹوٹ گئیں اور جو تیر یہود نے پھینکے تھے وہی اٹھا کر صحابہ ان کی طرف پھینکتے تھے پھر ۱۵۰۰ جان نثار ۱۰۰۰۰ یہود کے مقابل تھے پشت پر بنو غطفان تھے جن کے لشکر کی تعداد ۵۰۰۰ پانچ ہزار تھی اور یہود سے معاہدہ بھی تھا مگر تاحال دیکھے ہوئے تھے جب یہ حال ہوا تو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر صدیقۂ کائنات

ام المومنین عائشۃ الصدیقہؓ کے دوپٹے کا جھنڈا بنایا اور حضرت علی کو علمبردار مقرر فرمایا اللہ کی شان کہ ایک ریلے میں خیبر کے قلعے فتح ہوتے چلے گئے اور تیسری دفعہ جب حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں بحیثیت فاتح داخل ہوئے تو جھنڈا صدیقہ کائنات رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے دوپٹے کا بنایا اور وہ علم پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو عطا فرمایا۔ یہ غالباً اظہار تشکر کے لئے تھا کہ رب العزت نے اس پرچم کو کبھی گرنے نہیں دیا۔ بار بار حضرت علی کو عطا فرمانے کی ممکن ہے یہ وجہ ہو۔ حضرت علی نہ صرف داماد تھے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں ایک بیٹے کی طرح پلے بھی تھے اور ماں کا دوپٹہ اٹھانا بیٹے ہی کا حق ہے۔ واللہ اعلم۔

بات اتنی تھی کہ ایک گروہ اگرچہ تعداد میں کم اسباب میں کم تھا۔ مگر اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا گروہ تعداد میں زیادہ اسباب سے لدا پھندا مگر تھا کافروں کا اور دونوں گروہ ایک دوسرے کو اپنے سے دوگنا دیکھ رہے تھے اور کھلی آنکھوں دیکھ رہے تھے یعنی جو مسلمانوں سے تین گنا تھے کم نظر آرہے تھے اور مسلمان جو تعداد میں کم تھے کفار کو زیادہ نظر آتے تھے سورۃ انفال میں ہے ویقللکم فی اعینھم تو اس سے مراد میدان جنگ کی شروع کی کیفیت ہے کہ مسلمان کافروں کو بہت تھوڑے لگے اور وہ جنگ میں کود پڑے۔ مگر جب جنگ چھڑ گئی تو انہیں نظر آیا کہ یہ تو ہم سے دوگنا ہیں سو ہمت توڑنے کا سبب بن گیا۔ یہ مختلف کیفیات مختلف اوقات کی ہیں۔ نیز اللہ پاک ہر کام کے لئے اسباب پیدا فرماتا ہے۔ سو ترک سبب مناسب نہیں۔ پھر دیکھا تم نے کہ اللہ جس کی چاہتا ہے مدد دیتا ہے اور اپنی مدد سے قوی کر دیتا ہے۔ چند تہی دست مسلمانوں نے اچھی طرح سے مسلح لشکر کو کتنی ذلت آمیز شکست سے دو چار کر دیا کہ چیدہ چیدہ کفار قتل بھی ہوئے اور قید بھی اہل بصیرت کے لئے تو اس میں بہت بڑی نصیحت ہے اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وآلہ وسلم کی پیش گوئیوں کی صداقت کا منہ بولتا ثبوت۔ زین للناس حب الشھوات ..... واللہ عندہٗ حسن الماٰب ⑭

لوگوں کو مرغوب اور پسندیدہ چیزوں کی محبت بھی بڑی خوشنما معلوم ہوتی ہے حب الشھوات فرمایا گیا کہ شہوت دلیل بہیمیت ہے یعنی بالکل جانوروں کی طرح ان اشیا کے پیچھے لپکتے ہیں اور مکمل طور پر ان کی طلب میں مستغرق ہو کر اللہ کی یاد اور اس کی اطاعت سے کٹ جاتے ہیں۔ یاد رہے اسباب زینت بنانے والا خود اللہ ہے اور ان تمام اشیاء کی طبعی محبت خود اللہ کی پیدا کردہ ہے لہٰذا دل سے نکل نہیں سکتی ہاں جب

عقلی محبت پر جو اللہ سے اللہ کے رسول سے اور دار آخرت سے ہونی چاہیئے کہ اگر مقابلہ آجائے تو حب طبعی کو حب عقلی پر قربان کر سکے یہی انسان کا امتحان ہے ورنہ انہی اشیاء سے استفادہ شکر نعمت ہے اور سعادتِ آخرت ہے نیز انہی کی وجہ سے آدمی کو فرشتوں پہ فضیلت حاصل ہے مگر اس وقت تک جب تک یہ سب کچھ اپنی حد کے اندر رہے اگر ان ہی رسومات یا حب جاہ یا نام و نمود کی خواہش میں اللہ کے احکام کے مقابل کھڑا ہو گیا تو یہی تباہی کا سب سے بڑا ذریعہ ثابت ہوں گی سو ارشاد ہے کہ عورتوں کی محبت، اولاد اور مال یعنی سونے چاندی کے ڈھیروں سے محبت اور خوبصورت گھوڑوں اور چارپاؤں کی الفت لوگوں کو کھینچ رہی ہے۔ حالانکہ یہ سب دنیا کی قلیل زندگی میں استعمال کی عارضی چیزیں ہیں انہیں فنا ہونا ہے کہ موجودات دنیوی کا مبدءِ وجود عدم ہے یعنی تمام ممکنات اصلاً معدوم تھے پہلے نہ تھے پھر ہوئے ان کا وجود ظلی ہے ان کی اصل عدم ہے اس لئے ہر شے فنا کی طرف جا رہی ہے۔ اسی لئے کہ ہر ممکن حادث ہے۔ اس کا اپنا کوئی وجود نہیں اپنے وجود کے لئے دوسرے کا محتاج ہے اور تمام حقائق کونیہ کا تقرر اور تقدر علم باری تعالےٰ میں ہے اصلاً سب کچھ معدوم جب صفات باری تعالےٰ کا پرتو پڑا تو ہر شے کا وجود ظلی طور پہ یا عکسی طور پہ نمودار ہو گیا جیسے لوگ وجود اصلی جان بیٹھے اور جس شے کی اصل ہی نہ ہو اس میں حسن یا کمال نہیں ہوا کرتا۔ ہاں آخرت کی نعمتیں چاہے جانے کے قابل ہیں کہ ان کے تعین اور تحقق کے مبادی صفاتِ خداوندی ہیں یعنی صفات خداوندی آخرت میں بصورت مہر و قہر نمایاں ہوں گی اسی لئے ان کا ابدی کنارہ کوئی نہیں وہ لازوال ہیں نعمتیں بھی لازوال اور مصائب بھی لازوال فرمایا واللہ عندہ حسن المآب کہ اللہ کے پاس اچھا ٹھکانا ہے یعنی دار آخرت بہترین ٹھکانا ہے۔ دنیا کی جو شے حصول آخرت میں معاون ہو گی وہی محبوب ہو گی۔ انبیاء صحابہ اور اولیاء اللہ کی محبت آخرت کی محبت ہے اور آخرت کی محبت اللہ کی محبت ہے آخروی نعمتوں کی رغبت اللہ کی طرف رغبت ہے۔

قل اؤنبئکم بخیر من ذالک ..... والمستغفرین بالاسحار ○ ۱۵ تا ۱۷

فرما دیجئے کہ ان تمام لذات سے بدرجہا بہتر نعمتوں کی بابت تمہیں خبر کر دوں؟ وہ ان کے لئے ہیں کہ جو لوگ متقی ہوں گے یعنی اپنی زندگی میں مرضیات باری کے حصول کے لئے کوشاں رہیں گے دنیا اور دنیا کی لذتوں کو اللہ کی رضا پہ قربان کرنے کی ہمت رکھتے ہوں گے ان کے پروردگار کے پاس ان کی

خاطر جنتیں ہیں باغات ہیں جن میں نہریں جاری ہیں اور وہ جنتیں بھی لازوال اور ابدی ہیں اور ان میں داخل ہونے والے بھی کبھی نکالے نہ جائیں گے۔ بلکہ ہمیشہ ان میں رہیں گے وہاں ان کے لئے پاک بیبیاں ہیں یعنی جسمانی آلائش حیض و نفاس اور بول براز سے پاک اخلاق آلائش یا بدخلقی سے پاک یہ بات دنیا کی ان عورتوں کو جو جنت میں داخل ہوں گی اور جنت میں وہاں کی مخلوق بیبیوں دونوں کو شامل ہے پھر سب سے بڑی نعمت اللہ کی خوشنودی ہے جو جنت میں رہنے والوں کو حاصل ہوں گی مومنین کے جنتی اقربا اور اولاد سب جنت میں جمع ہوتے رہیں گے باہمی ملاقاتیں ہوں گی اور ہمیشہ کے لئے اللہ کی خوشنودی حاصل ہوگی۔ زوال نعمت کا کوئی کھٹکا نہ ہوگا۔ نیز جو چاہیں گے ملے گا احادیث مبارکہ میں اسقدر نعمتوں کا ذکر ہے کہ آدمی پڑھ کر یہ چاہتا ہے کہ اللہ دنیا سے اٹھائے اور جنت نصیب کرے یہاں بوجہ طوالت احادیث نقل نہیں کی جارہیں۔ سو فرمایا اللہ سب کو دیکھ رہا ہے کون کس چیز کے لئے کوشاں ہے اور خود ملاحظہ فرما رہا ہے جانتا ہے سب اس کی نگاہ کے سامنے ہے ان کو بھی دیکھ رہا ہے جو یہ عرض کرتے ہیں کہ اللہ ہم ایمان لے آئے ہم نے کفر کو ترک کر دیا اب تو ہمارے گناہ ہماری لغزشیں معاف فرما دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے یہاں ثابت ہوتا ہے کہ صرف ایمان مغفرت کا استحقاق پیدا کر دیتا ہے۔ فرمایا ایسے لوگ جو نفس کی مخالفت پہ جم جاتے ہیں الصابرین یعنی بری باتوں سے نفس کو روکتے ہیں اور اطاعت الٰہی اور اچھی باتوں میں لگاتے ہیں یاد رہے یہاں متقین اور اولیاء اللہ کی صفتوں کا بیان ہے سو ہر شخص کو چاہیئے کہ کسی کو پیر بنانے سے پہلے یہ اوصاف دیکھے ورنہ بدکار کی بیعت تو سرے سے حرام ہے یعنی صبر کرنے والے اور والصادقین سچے تمام دعووں میں اقوال میں احوال میں نقل واقعات میں نیز سب سے بڑا سچ کلمہ طیبہ ہے کہ اس پہ کاربند ہیں اللہ کی عبادت سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق کرنے والے یہی مفہوم ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اسی کی عبادت کریں گے۔ بھئی کیسے کرو گے تمہیں اس کی پسند کا پتہ کیسے چلے گا۔ محمد رسول اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق والقانتین یعنی ہمہ وقت اللہ کی رضا کے طالب والمنفقین اپنی تمام کوششوں کو مال و دولت ہو یا محنت و کاوش سب کو اللہ کی راہ میں لگانے والے اور پھر اس سب طاعت و عبادت کے باوجود سحری کو اٹھ کر اپنی کوتاہی کا اقرار کر کے معافی

طلب کرنے والے کہ اللہ یہ عبادت و نیکی کی طاقت بھی تو نے بخشی اس کا علم بھی تیری عطا ہے اور یہ تیرے قبول کی محتاج کہ تو محض اپنے کرم سے شرف قبولیت عطا فرماتا ہے وقت سحر چونکہ قبولیت کا وقت بھی ہے اور اٹھنے کا اہتمام بھی کرنا پڑتا ہے کسی کام کی اہمیت ہی اس وقت بستر سے نکال سکتی ہے سو اس میں صوفیہ اور اہل اللہ کی صفات بیان فرما دی ہیں۔ کہ ان لوگوں کے پاس یہ دولت ہوتی ہے اور اسی کے حصول کے لئے ان کی صحبت اختیار کی جاتی ہے جہاں یہ نہ ہو وہاں سے اجتناب رہی ہے۔ خوب سمجھ لیں۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ..... الی واللّٰہ بصیرٌ بالعباد ○ ۱۸-۲۰ ع

اللہ خود گواہ ہے کہ اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اس کی ذات اس کی صفات اور تمام مظاہر و مصنوعات اس کی توحید پہ گواہ ہیں۔ اور فرشتے جو اس کے مقرب ہیں اپنے اذکار و تسبیح میں اور اطاعت میں اس کی توحید کے شاہد ہیں اور ہر دور کے اہل علم نے بھی شہادت دی کہ وہ لاشریک ہے۔ اہل علم سے مراد ایسے لوگ ہیں جو انبیاء سے سیکھ کر یا کائنات عالم میں غور کر کے توحید باری کو پا سکیں خواہ ضابطے کے عالم ہوں یا نہ ورنہ ایسے لوگ جو اللہ ہی کو نہ پہچان سکے کتنے علوم بھی سیکھ جائیں عنداللہ جاہل ہی ہوں گے کہ سب سے بڑی حقیقت تو اسی کی ذات ہے اس سے جاہل رہنے والا کب عالم ہو سکتا ہے تو یہ سب گواہ ہیں کہ اللہ واحد لاشریک اور معبود برحق ہے اور ہر شے پہ غالب اور حکمت والا ہے یہ بھی یقینی بات ہے کہ اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔ اسلام سے مراد اپنے کو اللہ کے سپرد کر دینا اور اس کی اطاعت پہ کمربستہ ہو جانا ہے۔ سو ہر نبی دعوت لیکر دنیا میں آیا اور ہر نبی کے ساتھ ایمان اور اطاعت کا رشتہ اسلام ہی ہے اسی لئے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے دور میں اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے زمانے میں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے وقت میں مسلمانوں ہونے کا اعلان فرمایا غرض یہ کہ ہر نبی کا لایا ہوا دین اسلام ہی تھا اور عنداللہ مقبول اور آخر میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لایا ہوا دین اسلام کہلایا جو قیامت تک باقی رہے گا۔ باقی انبیاء بھی توحید رسالت آخرت جنت و دوزخ جزا و سزا یا فرشتوں کے بارے میں متفق تھے فرق صرف عبادات کے طریق میں تھا جو ہر دور میں شریعت لانے والے نبی کے ساتھ تبدیل ہوتا رہا۔ حتیٰ کہ جو جو احکام منسوخ ہوتے گئے اس کے بعد وہ اسلام نہ رہے اور اب آقائے نامدار صلی اللہ

علیہ وسلم کی شریعت اسلام ہے اور شرائع سابقہ جو منسوخ ہوئے ان پر عمل اب اسلام نہیں رہا بعد بعثتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد اسلام صرف وہ ہے جو کتاب اللہ اور آپ کی تعلیمات کے مطابق ہے اس سے ثابت ہو گیا کہ رواداری کے نام پر کفر سے مصالحت کرنے والے ملحد ہیں اور یہ نظریہ کہ دنیا کا ہر مذہب یہودیت و نصرانیت ہو یا بت پرستی ذریعہ نجات بن سکتا ہے بشرطیکہ اعمال صالح اور اخلاق اعلیٰ ہوں۔ دراصل اسلام پر بہت بڑی چوٹ اور الحاد پھیلانے کی کوشش ہے بات سیدھی سی ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت اور اطاعت نہیں اور اس کا طریقہ سیکھنا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اگر یہ بات نہیں ہے تو کافر ہے اگر کوئی نیک کام بھی کر گزرے تو نہ اس نے اللہ کے لئے کیا نہ اللہ کے رسول سے پوچھا سو آخرت میں اس کے لئے کوئی اجر نہیں اور نہ وہ ذریعہ نجات ہے اب اگر اہل کتاب اس بات میں جھگڑا بھی کریں تو وہ بغاوت کرکے ہوگا ورنہ تو ان کے پاس خود ان کی کتب میں بھی یہی بات موجود ہے اور اسی پر سب دلائل موجود ہیں ایسی کوئی بات نہیں جس میں کوئی شبہ رہ گیا ہے بلکہ مسلمانوں سے حسد اور حب مال وجاہ نے انہیں اختلاف میں مبتلا کر دیا ہے۔ سو جو شخص بھی اللہ کی آیات کا انکار کرتا ہے اسے بہت جلد حساب دینا ہوگا کہ اللہ عنقریب اس سے حساب لینے والا ہے کہ مرتے ہی برزخ میں داخلے پر پوچھ گچھ شروع ہو جائے گی اور پھر قیامت کو سب جھگڑوں کی حقیقت سرِ میدان کھل جائے گی اگر اس قدر دلائل و براہین کے باوجود بھی آپ سے جھگڑا کریں تو آپ فرما دیجئے کہ میں تو اللہ کا فرمانبردار ہوں اپنے دل زبان اور سارے اعضاء کو اس کی اطاعت پر لگا دیا اور یہی کام ان سب لوگوں نے کیا جو میرے ساتھ ہیں میرے پیروکار ہیں۔ انہوں نے اپنی ہستی اللہ کے سپرد کر دی اب اے اہل کتاب اور اے گروہ مشرکین کیا تم بھی ایسا کر سکتے ہو اگر وہ بھی قبول کر لیں تو ہدایت پا گئے سیدھی راہ ان کو بھی نصیب ہوئی اور اگر یہ نہ کر سکیں تو پھر درمیانی راستہ کوئی نہیں وہ کفر میں بھٹکتے ہیں کہ آپ کے ذمہ تو بات کا پہنچا دینا تھا اس سے آگے سب کا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے اور اللہ بندوں کو دیکھ رہا ہے سب اس کی نگاہ میں ہیں۔ ع

٢ ع ١١ ١٠ إِنَّ
الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ
بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ
مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٢١﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِّنْ
نّٰصِرِيْنَ ﴿٢٢﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ
الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ
يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٢٣﴾ ذٰلِكَ
بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ
وَّغَرَّهُمْ فِىْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٢٤﴾ فَكَيْفَ
اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۣ وَوُفِّيَتْ كُلُّ
نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٢٥﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ
مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِى الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ
الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ
تَشَآءُ ۭ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۭ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢٦﴾

تُولِجُ الَّيۡلَ فِى النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِى الَّيۡلِ ز
وَتُخۡرِجُ الۡحَىَّ مِنَ الۡمَيِّتِ وَتُخۡرِجُ الۡمَيِّتَ
مِنَ الۡحَىِّ ز وَتَرۡزُقُ مَنۡ تَشَآءُ بِغَيۡرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾ لَا
يَتَّخِذِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الۡكٰفِرِيۡنَ اَوۡلِيَآءَ مِنۡ دُوۡنِ
الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ج وَمَنۡ يَّفۡعَلۡ ذٰلِكَ فَلَيۡسَ مِنَ اللّٰهِ
فِىۡ شَىۡءٍ اِلَّاۤ اَنۡ تَتَّقُوۡا مِنۡهُمۡ تُقٰىةً ط وَيُحَذِّرُكُمُ
اللّٰهُ نَفۡسَهٗ ط وَاِلَى اللّٰهِ الۡمَصِيۡرُ ﴿۲۸﴾ قُلۡ اِنۡ تُخۡفُوۡا
مَا فِىۡ صُدُوۡرِكُمۡ اَوۡ تُبۡدُوۡهُ يَعۡلَمۡهُ اللّٰهُ ط وَيَعۡلَمُ
مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ ط وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ
شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۲۹﴾ يَوۡمَ تَجِدُ كُلُّ نَفۡسٍ مَّا عَمِلَتۡ
مِنۡ خَيۡرٍ مُّحۡضَرًا ۛ ج وَّمَا عَمِلَتۡ مِنۡ سُوۡٓءٍ ۛ تَوَدُّ
لَوۡ اَنَّ بَيۡنَهَا وَبَيۡنَهٗۤ اَمَدًۢا بَعِيۡدًا ط وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ
نَفۡسَهٗ ط وَاللّٰهُ رَءُوۡفٌۢ بِالۡعِبَادِ ﴿۳۰﴾ ع

معانقة ۳

ترجمہ:-
بیشک جو لوگ کفر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ اور قتل کرتے پیغمبروں کو ناحق اور قتل کرتے

ہیں ایسے شخصوں کو جو (افعال واخلاق کے) اعتدال کی تعلیم دیتے ہیں سو ایسے لوگوں کو خبر سنا دیجئے ایک
سزائے دردناک کی (اور) یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے سب اعمال (صالحہ) غارت ہو گئے دنیا میں اور آخرت
میں اور (سزا کے وقت) ان کا کوئی حامی مددگار نہ ہوگا (اے محمد) کیا آپ نے ایسے لوگ نہیں دیکھے
جن کو کتاب (توراۃ) کا ایک (کافی) حصہ دیا گیا اور اُسی کتاب اللہ کی طرف اس غرض سے ان کو بلایا بھی
جاتا ہے کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کر دے پھر (بھی) ان میں سے بعض لوگ انحراف کرتے ہیں بے رُخی
کرتے ہوئے (اور) یہ اس سبب سے ہے کہ وہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ہم کو صرف گنتی کے تھوڑے دنوں
تک دوزخ کی آگ لگے گی (پھر مغفرت ہو جاوے گی) اور ان کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے ان کی تراشی ہوئی باتوں
نے سو اُن کا کیا (بُرا) حال ہوگا جب کہ ہم ان کو اس تاریخ میں جمع کر لیں گے جس (کے آنے) میں ذرا
شبہ نہیں - اور اس تاریخ میں) پورا پورا بدلہ مل جاوے گا ہر شخص کو جو کچھ اس نے (دنیا میں) کیا تھا
اور ان شخصوں پر ظلم نہ کیا جائے گا (اے محمدؐ) آپ (اللہ تعالیٰ سے) یوں کہئیے کہ اللہ مالک تمام ملک کے
آپ ملک جس کو چاہیں دیتے ہیں اور جس سے چاہیں ملک لے لیتے ہیں اور جس کو آپ چاہیں غالب
کر دیتے ہیں اور جس کو آپ چاہیں پست کر دیتے ہیں آپ ہی کے اختیار میں ہے سب بھلائی بلاشبہ
آپ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں - آپ رات (کے اجزا) کو دن میں داخل کر دیتے ہیں
اور (بعض فصلوں میں) دن (کے اجزا) کو رات میں داخل کر دیتے ہیں - اور آپ جاندار چیز کو بے جان سے
نکال لیتے ہیں (جیسے بیضہ سے بچہ) اور بیجان چیز کو جاندار سے نکال لیتے ہیں (جیسے پرند سے بیضہ) اور آپ
جس کو چاہتے ہیں بے شمار رزق عطا فرماتے ہیں مسلمانوں کو چاہیئے کہ کفار کو (ظاہراً یا باطناً) دوست
نہ بناویں مسلمانوں (کی دوستی) سے تجاوز کر کے اور جو شخص ایسا (کام) کرے گا سو وہ شخص اللہ کے ساتھ دوستی
رکھنے کے کسی شمار میں نہیں مگر ایسی صورت میں کہ تم ان سے کسی کا (قوی) اندیشہ رکھتے ہو اور اللہ تعالیٰ
تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور خدا ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے آپ فرما دیجئے کہ اگر تم پوشیدہ رکھو گے
اپنا مافی الضمیر یا اس کو ظاہر کرو گے اللہ تعالیٰ اس کو (ہر حال میں) جانتے ہیں اور وہ تو سب کچھ جانتے
ہیں جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت بھی کامل رکھتے ہیں -
جس روز (ایسا ہوگا) کہ ہر شخص اپنے اچھے کئے ہوئے کاموں کو سامنے لایا ہوا پائے گا - اور اپنے
بُرے کئے ہوئے کاموں کو بھی (اور) اس بات کی تمنا کرے گا کہ کیا خوب ہوتا کہ اس شخص کے اور

اس روز کے درمیان بیں دور دراز کی مسافت (حائل) ہوتی۔ اور خدا تعالیٰ تم کو اپنی ذات (عظیم الشان) سے ڈراتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نہایت مہربان ہیں بندوں پر۔

اسرار و معارف:

ان الذین یکفرون .... ھم لا یظلمون ۵ ۲۱ تا ۲۵

بعض طبائع مسخ ہوجاتے ہیں اور ایسے برباد ہوتے ہیں کہ نسلوں تک میں ان کا اثر پایا جاتا ہے فرمایا یہ معاملہ بھی ایسا ہی ہے کہ آج کے اہل کتاب صرف آپ کی نبوت کا ہی انکار نہیں کر رہے بلکہ جن کے یہ متبع ہیں وہ تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ظلماً قتل بھی کرتے تھے اور انہوں نے کیا بلکہ جن لوگوں نے انصاف کا حکم دیا یا سچی اور کھری بات کہی انہیں بھی قتل کر دیا۔

تو اسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو دردناک عذاب کی بشارت یعنی اطلاع دے دیں حدیث شریف میں وارد ہے کہ بنی اسرائیل یعنی یہود نے دن کے اول حصہ میں محض اقتدار اور حکومت کے لالچ میں چالیس انبیاء قتل کر دیا حالانکہ وہ خوب جانتے تھے کہ یہ قتل ناحق ہے اسی لئے بغیر حق ارشاد ہوا ورنہ تو انبیاء کا قتل ناحق ہی تھا یہاں بغیر حق کہنے سے مراد ہے کہ خود ان کے نزدیک بھی ناحق تھا اور پھر اس قتل ناحق پر ملامت کرتے اور حق کا حکم کرنے کے لئے ان کے متبعین میں سے ۱۲۰ آدمی کھڑے ہو گئے اسی روز پچھلے پہر ان کو بھی قتل کر دیا تو یہ یہود چونکہ انہیں کے پیروکار اور ان کے افعال پر راضی ہیں تو ان کا مزاج ہی دیکھ لیں یہ حق کو حق جان کر بھی قبول نہ کریں گے سو ایسے بدکاروں کو دردناک عذاب کی اطلاع کر دیں۔ بلکہ یہ ایسے لوگ ہیں جن کے اعمال رائیگاں ہو گئے دنیا میں بھی ذلیل و خوار ہوں گے اور آخرت میں بھی عذاب کا شکار اور کوئی ان کی مدد کرنے والا نہ ہوگا۔ آپ دیکھیں تو کیسی تعجب خیز بات ہے کہ جن لوگوں کو تورات کا تھوڑا سا علم دے دیا گیا یہ کہ پوری تورات تو نہ ان کے پاس تھی نہ ساری پر ان کا ایمان تھا۔ جب ان کو اللہ کی کتاب کے فیصلہ کی دعوت دی جاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اور بعثت کے بارے تو اس تورات میں بھی موجود تھا جو ان کے پاس تھی اور یا پھر قرآن کریم کے ارشاد کے مطابق دعوت دی جاتی ہے کہ اس کے مطابق فیصلہ کر لیں تو ان میں ایک گروہ کترا کے نکل جاتا ہے اور کتاب اللہ کے فیصلہ سے منہ موڑ لیتا ہے یعنی وہی آبائی مزاج ہے کہ ریاست کے لالچ میں انبیاء علیہم السلام کو ظلماً شہید کیا یہ بدکار بھی بجائے اتباع کے حضور پر نور صلی اللہ علیہ

وآلہٖ وسلم کے قتل کے درپے رہے آپ سے لڑائیاں کیں۔ سازشیں کیں اور زہر تک دینے سے نہ چوکے جادو کرنے سے باز نہ آئے یہ سب کچھ اس حالت میں کیا کہ قرآن بھی حق کی دعوت دے رہا تھا اور تورات بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت بیان کر رہی تھی۔ فرمایا یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں ایمانیات میں بھی باتیں گھڑلی تھیں اور غلط اعتقادیات ایجاد کر لیے ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ ہم کو صرف چند روزہ عذاب ہوگا یعنی چالیس روز جتنے روز ہم نے گوسالہ پرستی کی تھی اور وہ بھی کوئی زیادہ نہ ہوگا صرف چھوئے گا کہ ہم تو انبیاء کی اور بزرگوں کی اولاد ہیں اس خاندانی بزرگی یا ان سے نسبت کی وجہ سے عذاب نہ ہوگا یا یہ کہ یعقوب علیہ السلام نے اللہ سے وعدہ لے لیا تھا کہ ان کی اولاد کو عذاب نہ ہوگا۔ سو ایسی افترا پردازیوں نے جو انہوں نے اپنے عقائد میں داخل کر رکھی ہیں ان کو دھوکہ میں مبتلا کر دیا ہے افسوس کہ امت مسلمہ میں بھی یہی پیدا ہو چکا ہے ایک پیر صاحب کے ارشادات سننے کا اتفاق ہوا جو اپنے مریدین کو خطاب فرما رہے تھے کہ سیدنا شیخ عبدالقادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ نے جب غوثیت بخشی تو انہوں نے اللہ سے شرائط منوائیں معاذ اللہ یہ ان کے الفاظ ہیں ایک یہ تھی کہ جو بھی قادری سلسلہ میں مرید ہو بخش دیا جائے دوسری یہ تھی کہ اس سلسلہ کے مرید کی روح قبض نہ کی جائے۔ جب تک عبدالقادرؒ پاس موجود نہ ہو۔ تیسری یہ کہ منکر نکیر تب تک نہ سوال کریں جب تک عبدالقادرؒ پاس موجود نہ ہو پھر یوم حشر میدان پہ اعمال نہ تولے جائیں جب تک عبدالقادرؒ موجود نہ ہو اور پلصراط سے نہ گزارا جائے جب تک عبدالقادرؒ موجود نہ ہو۔ یہاں سے فرمایا کہ میں نے چند ایک شرائط گنوا دی ہیں باقی بھی ایسی ہی ہیں اور میں سوچ رہا تھا کہ قادر کے بس میں کیا رہا سب تو عبدالقادرؒ نے چھین لیا اس سے بڑھ کر بھی ارشاد ہوا کہ اللہ تقدیر مبرم جاری کرتا ہے جسے کوئی روک نہیں سکتا۔ مگر عبدالقادرؒ روک دیتا ہے العیاذ باللہ۔ اور اس سے بھی مزے دار بات کہ ارشاد ہوا اب تم قادری سلسلہ میں بیعت ہو گئے ہو قیامت تک کسی دوسرے کی بیعت نہ کرنا ورنہ مرتد ہو جاؤ گے حد ہے۔ بیعت اگر حصول اصلاح کے لئے ہے تو عالم کی ہوگی۔ جاہل کی تو سرے سے حرام ہے۔

اور مندرجہ بالا دعوے کرنے والا عالم ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اگر اخذ فیض یا حصول نسبت کے لئے ہے تو جہاں تک وہ شیخ چلا سکتا ہے وہاں تک درست اگر اس کے بعد کوئی دوسرا مرد خدا میسر آئے جو آگے لے جا سکے تو اس کی بیعت نہ صرف جائز ہوگی۔ بلکہ ضروری بغیر اس کے کہ پہلے شیخ کے حق میں کوئی بے ادبی صادر ہو۔ اور اگر امامت دین اور امور سلطنت کے لئے۔ جو در اصل ایک ہی شئے کے دو نام ہیں۔ کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ

و آلہ وسلم کے بعد خلفاء راشدین کی بیعت صحابہ نے کی اور دینی ملکی امور میں ان کے احکام بجالائے۔ اب انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو یہود کے ادعا اور آج کے نادان بدعتی کے دعوے میں کیا فرق ہے؟

اللہ اس قوم کو ہدایت نصیب فرمائے اور دین کے رہزنوں سے محفوظ رکھے آمین

فرمایا کہ ذرا غور کرو اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ان سب کو اس روز اکٹھا کریں گے۔ جس کے وقوع میں ذرا برابر شبہ نہیں۔ اور پھر ہر شخص کو اس کے اپنے عمل کا پورا پورا بدلہ دیں گے نہ نیکی میں سے کوئی شے گھٹائی جائے گی نہ بدی میں کوئی اضافہ کیا جائے گا۔ اور کسی کی حق تلفی نہ کی جائے گی جیسے کہ انہوں فرض کر رکھا ہے۔

قل اللّٰهم مالك الملك ...... بغير حساب ○ ۲۷،۲۶

بدر واحد میں تباہی سے دوچار ہونے کے بعد مشرکین و اہل کتاب سب میں ایک ہیجان پیدا ہو گیا اور حسد کی آگ میں جلنے لگے کہ ان کی نظروں کے سامنے ایک اسلامی ریاست تشکیل پا رہی تھی سو سب نے سازش تیار کی اور فیصلہ ہوا کہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب سب ملکر یکبارگی مدینہ منورہ پر حملہ کر دیں اور اسلام اور مسلمانوں کا نام تک صفحہ ہستی سے مٹا دیں اس غرض سے ایک بہت بڑا لشکر تیار ہو کر مدینہ منورہ کی طرف بڑھا اس جنگ کو غزوۂ احزاب یا غزوہ خندق کہا جاتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے صحابہ کے مشورہ سے شہر کے گرد خندق کھودنے کا حکم دیا تقریباً چالیس ہاتھ خندق دس دس صحابہ میں بانٹی گئی۔ جس کی چوڑائی اور گہرائی بھی اس قدر تھی کہ کوئی سوار یا پیادہ اسے عبور نہ کر سکے۔ وقت بہت کم تھا مگر جان نثار صحابہ اس طرح کام میں جتے کہ کھانے اور رفع حاجت تک کے لئے وقت نکالنا مشکل ہو رہا تھا۔ لوگوں نے بھوک کی وجہ سے پیٹوں پر پتھر باندھے خود سرورِ عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے شکم مبارک پر دو پتھر باندھے تھے اور کام مطلوبہ چند دنوں کے اندر مکمل ہو گیا اثنائے کار ایک جگہ کھودائی میں ایک چٹان حائل ہو گئی جو کسی طرح ٹوٹ نہ رہی تھی اور اس دس آدمیوں کی ٹولی میں حضرت سلمان فارسیؓ بھی تھے جو خندق کے تجویز کنندہ تھے باقی ساتھیوں نے رائے دی کہ خندق میں تھوڑا سا ٹیڑھا پن پیدا کر کے چٹان چھوڑ دیں اور خندق کھود لیں۔ کہ مقصد تو دشمن کو روکنا ہے حضرت سلمانؓ نے فرمایا کہ یہ تو درست ہے مگر خندق کھودنے کے لئے جگہ خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مقرر فرمائی ہے اور اپنے دست مبارک سے لکیر

لگائی ہے اس لکیر سے کون ہٹنے کی جرأت کرے گا تو سب خاموش ہو گئے آج کے مسلمان کے لئے اس میں درس عبرت ہے جس کے سامنے سنت کی کوئی قیمت نہیں اور سوچ میں آئے کہ گذرتا ہے رواج اور رسومات کو نہیں چھوڑنا خواہ کتنی سنتیں پامال ہو جائیں۔ حضرت سلمان رضؓ بات لیکر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور حکم چاہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس تشریف لے گئے کدال دست مبارک میں لیا اور ضرب لگائی تو ایک نور چمکا جس سے مدینہ روشن ہو گیا اور چٹان کا ایک حصہ ٹوٹ گیا ارشاد ہوا مجھے اس روشنی میں مہرہ یعنی ملک فارس کے محلات دکھائے گئے اسی طرح دوسری ضرب پہ روشنی ہوئی تو ارشاد فرمایا کہ مجھے رومیوں کے سرخ محلات دکھلائے گئے اور تیسری ضرب پہ چٹان ریزہ ریزہ ہو گئی شعلہ نکلا تو ارشاد ہوا کہ مجھے صنا یعنی یمن کے پایہ تخت کے محلات دکھائے گئے ہر ضرب پہ آپ نے نعرہ تکبیر بلند فرمایا۔ اور ساتھ صحابہ کرام نے بھی نعرہ تکبیر بلند فرمایا۔ اسلام میں اس کے علاوہ کہ نعرے کی ضرورت بھی نہیں باقی نعرے بازیاں بار لوگوں کی ایجاد ہیں۔ نیز حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی اور بشارت دی کہ مجھے جبرائیل امین نے خبر دی ہے کہ یہ تمام ممالک میری امت کے ہاتھ پہ فتح ہوں گے اس پہ منافقین اور یہودی کہنے لگے کہ جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں چھپنے کیلئے خندق کھودی جارہی ہے اور خواب دیکھے جا رہے ہیں فارس روم اور یمن کی فتوحات کے مسلمانوں کا مذاق اڑایا کہ آئندہ چند روز میں شاید تمہارا نشان بھی نہ رہے تو روم و فارس کون فتح کرے گا سو ارشاد باری ہوا کہ ایسے بنی فرما دیجئے کہ اے اللہ تو مالک الملک ہے یہ سب واقعہ تو میں نے بطور شان نزول اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئی کے طور پہ نقل کیا ہے ورنہ تو پیچھے بات چل رہی تھی کہ حکومت و ریاست کے لالچ میں انہوں نے انبیاء کو قتل کیا اور تو آپ کو ایذا دینے کے درپے ہیں سو فرما دیجئے کہ اللہ مالک الملک ہے اور اے اللہ تو جسے چاہے جسقدر چاہے ملک سلطنت اور حکومت بخش دے اور جس سے چاہے جس قدر چاہے واپس لے لے۔ دنیا و آخرت میں یا دونوں عالم میں جسے چاہے اپنی مدد اور توفیق سے عزت دے دے اور جسے چاہے بدبختی اور عدم توفیق نیز عذاب کی وجہ سے ذلت سے دوچار کر دے ہر طرح کی بھلائی صرف تیرے قبضہ قدرت میں ہے۔ اور تو ہر چیز پہ قادر ہے۔ تو جو چاہے کر سکتا ہے یہاں صرف خیر کا ذکر ہے حالانکہ شر بھی اسی کے قبضہ قدرت میں ہے تو غرض ہے کہ جو اللہ کی طرف سے ہوتا ہے سب خیر

ہے خواہ ایک قوم کے لئے باعث نقصان ہو مگر مجموعہ عالم پہ نگاہ کی جائے تو اس میں بہتوں کا بھلا ہوتا ہے ۔ جیسا کہ متنبی کا مصرعہ ہے مصائب قوم عند قوم فوائد اور اصل تو خیر سے وجود مراد ہے اور وجود حقیقی صرف حق تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے جو سراسر خیر ہے رہا ممکنات کا وجود تو وہ ظلی ہے واجب کا پرتو ہے ورنہ ممکن کی حقیقت میں شر داخل ہے یعنی عدم ۔ اس کے بعض افراد شر میں زیادہ اور بعض کم ہیں بہر حال معدوم الذات کو وجود ظلی وجود حقیقی سے ملا ہے اسی لئے شر کی نسبت بھی خدا کی طرف کر دی جاتی ہے ورنہ اصل تو بات یہی ہے کہ بیدک الخیر یہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئیاں اور انقلابات عالم کی ایک تصویر کھینچ دی ہے کہ اسے عادو ثمود اور قوم نوح وغیرہ کے انجام سے بے خبر لوگو ہر شے کو اسباب ظاہری اور شان و شوکت کے تابع نہ دیکھو بلکہ اللہ قادر ہے ایک پل میں سب الٹ سکتا ہے پھر عہد فاروقی کا وہ بہار آفریں نظارہ جب یہ تمام ممالک خادمان نبوی کے زیر نگیں ہو گئے صد حیف ہے ان لوگوں پہ جو اس فاروق رض پہ طعن کرتے ہیں جس کے دست مبارک پہ اللہ نے اپنے نبی کی پیشین گوئیاں پوری فرمائیں تو اس طرح نہ صرف عظمتِ فاروقی پہ حرف آتا ہے بلکہ دلائل نبوت اور صداقت نبوت بھی مجروح ہوتے ہیں والعیاذ باللہ

اور حد یہ ہے کہ ایسا اعتقاد رکھنے والے صرف اپنے کو مسلمان اور دوسروں کو اس سے محروم سمجھتے ہیں ۔ بریں عقل و دانش بباید گریست ۔ تو ایسا قادر ہے کہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے یعنی آسمانی طاقتیں اور فلکیات بھی تیرے تابع فرمان ہیں تو جب چاہے رات کے اجزا دن میں اور دن کے رات میں داخل کر کے گھٹا بڑھا دے یعنی زمینی سلطنتوں کی کیا حیثیت ہے شمس و قمر تیرے حکم سے سرگرداں ہیں اور روحانیات تیرے قبضہ قدرت میں کہ تو زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے پیدا کر دیتا ہے یعنی بیضہ سے یا نطفہ سے انسان بیج سے درخت کافر کے گھر مومن آذر کے گھر ابراہیم پیدا فرما دیتا ہے اور زندہ سے مردہ مومن کے گھر کافر درخت سے بیج یا پرندہ سے بیضہ کو پیدا فرماتا ہے یعنی آپ کی قدرت کاملہ تمام عالم پہ محیط ہے عناصر تو نیں حکومتیں عالم افلاک اور روحانیات سب تیرے قبضہ قدرت میں ہیں اور تیری حکومت سب پہ جاری و ساری ہے اور تو جس کو چاہے اتنا بخش دے کہ مخلوق اس کے حساب تک سے عاجز آجائے ۔ نہ جان سکے ان آیات کریمہ کو آیت الکرسی کے ساتھ فرض نمازوں کے بعد پڑھنا بہت زیادہ فضیلت رکھتا ہے

لا یتخذ المومنین ...... واللہ رؤف بالعباد ○ ۲۸ تا ۳۰

اس جملہ بحث کے بعد کفار کے ساتھ تعلقات کے بارے ارشاد ہے کہ مسلمانوں کو غیر مسلموں کے ساتھ موالات یعنی دوستی اور محبت ہرگز نہ کرنی چاہیے چہ جائیکہ رشتہ داری بناتے پھریں اور مومن کو صرف مومن سے دوستی سزاوار ہے یعنی دو دشمنوں کو بیک وقت دوست نہ رکھ سکے گا۔ کفار کا دوست مومنین کی دوستی سے محروم ہو جائے گا۔ اور کفار کی دوستی بجائے خود بھی تو بری ہے غرض کسی طرح بھی خواہ رشتہ داری کی صورت میں ہو یا دوستی کی شکل میں جہاد میں مدد کے لیے ہو یا دینی امور میں اعانت کے لئے کسی طرح بھی جائز نہیں یہ درست نہیں کہ دشمنانِ صحابہ سے چندہ لے کر مساجد میں پنکھے آویزاں کرے یہ حرام ہے۔ اور اگر کوئی کافروں سے دوستی رکھے گا تو اللہ سے اس کا دوستی کا کوئی رشتہ نہیں نہ کوئی تعلق ہے یعنی کفار کی دوستی جیسے مسلمانوں کی محبت کیساتھ جمع نہیں ہو سکتی اسی طرح اللہ کی دوستی کے ساتھ بھی یکجا نہیں ہو سکتی ہاں اگر کفار کی طرف سے کسی شر کا اندیشہ ہو تو صرف دفع شر کی حد تک نہ کہ عبادات معاملات اور امور زندگی میں ان کے تابع ہو جاؤ یہاں تقیہ کی جڑ کٹ رہی ہے کہ تعلقات کی کئی اقسام ہیں اول موالات ہے یعنی دلی دوستی محبت رشتہ داری یہ صرف مومنین کے ساتھ مخصوص ہے غیر مسلم سے قطعاً کسی حال میں جائز نہیں دوسرا درجہ مواسات کا ہے بحیثیت انسان ہمدردی و خیر خواہی یہ سوائے اہل حرب کے یعنی جو مسلمانوں سے برسرپیکار ہوں دوسروں سے جائز ہے اور تیسرا درجہ مدارات کا ہے۔ جس کا معنی خوش خلقی اور دوستانہ برتاؤ کا ہے یہ تمام غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے۔ جب کہ اس سے ان کے مذہب کو کوئی تقویت نہ پہنچے اگر ایسا ہو تو یہ بھی جائز نہیں اور یہی مفہوم الا ان تتقوا منھم تقٰتہ کا ہے کہ مدارات جائز ہے مگر بقدر ضرورت نہ یہ کہ ان کے ساتھ مل کر حرام کھانے لگو یا گناہ کا ارتکاب کر دیا عبادات میں ان کے ساتھ شامل ہو جاؤ یا مسلمانوں کے راز ان پر افشا کر دو یہ سب سختی کے ساتھ منع ہیں اور یہیں سے تقیہ کی حرمت ثابت ہے کہ تقیہ کرنے والوں نے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو عقائد معاملات عبادات اور رشتہ داری تک میں خلفائے ثلثہ رضی اللہ عنہم کا ایسا تابع بنا یا کہ سب ان کی اقتدا میں کرتے رہے سیدنا فاروق اعظم رضؓ کو بیٹی بیاہ کر دے دی اور ایسے مطیع ہوئے۔ جب خلافت خود ان کو مل گئی تو بھی ان کے اتباع سے سرمو انحراف نہ کیا اور یار لوگوں نے کہا یہ سب تقیہ تھا ناطقہ سر بگریبان ہے اسے کیا کہیئے۔

اس کے بعد چوتھا درجہ معاملات کا ہے۔ مثلاً تجارت ملازمت مزدوری یا صنعت وحرفت یہ سب غیر مسلموں سے اس صورت میں جائز ہیں کہ کسی مسلمان کا اس میں نقصان نہ ہو خود عہد نبوی میں صحابہ کا تعامل اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے میں مسلمانوں کے کفار سے تعلقات اس پہ بہترین نمونہ ہیں۔ گویا یہ طے ہوا کہ دلی دوستی کافر سے ہرگز جائز نہیں اور خوش خلقی یا کاروباری تعلقات اس حد تک جائز ہیں جب تک عام مسلمانوں کا اس میں کوئی نقصان نہ ہو۔ ورنہ کافر کی دوستی غضب الٰہی کو دعوت دینا ہے جو بہت سخت ہے اور جس سے اللہ تمہیں ڈرا رہا ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھو تمہیں اسی کے پاس لوٹ کے جانا ہے کہ انسان کے تمام امور کاروبار ریاست ہوں یا سیاست عائلی تعلقات ہوں یا منزلی سب آخرت کے لئے اور رضائے باری کے حصول کے لئے ہیں۔ اور مومن کی ساری زندگی اس ایک مقصد کے گرد گھومتی ہے۔ جب کہ کافر سب سے زیادہ اسی مقصد کو نقصان پہنچانے والا ہے پھر دوستی کیسی مومن کی دوستی دشمنی اللہ کے لئے ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔

من احب للہ و ابغض للہ فقد استکمل ایمانہٗ کہ جس شخص نے دوستی اور دشمنی صرف اللہ کیلئے وقف کردی اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔

اور پھر تم اللہ سے کچھ پوشیدہ نہیں رکھ سکتے خواہ کسی شے کو دل میں چھپا کے رکھو یا ظاہر کرو اللہ ہر حال میں جانتا ہے بلکہ ارض وسما کی ہر شے سے ہر وقت آگاہ ہے جب ہر شے کا وجود ہی اس کے علم اور اس کی قدرت سے ہے تو پھر اس پہ کوئی شے کس طرح پوشیدہ رہ سکتی ہے اور وہ ہر چیز پہ قادر ہے اس کا علم ہمہ گیر اور اس کی قدرت محیط کل ہے تو پھر اس کی نافرمانی اور کافر سے دوستی کس قدر نادانی اور خلاف عقل ہے ایک روز ایسا ہوگا کہ ہر شخص اپنی کی ہوئی بھلائی کو اپنے سامنے موجود پائے گا اسی طرح جو برائی کی ہوگی وہ بھی سامنے ہوگی اور وہ تمنا کرے گا کہ اے کاش اس کے اور اس کی برائی کے درمیان ایک لمبی مسافت ہوتی، یہاں تنبیہ فرمائی کہ دیکھو روز حشر تمہارے نامۂ اعمال میں کفار کی محبت نہ نکل آئے جو اس روز تم پسند نہ کرو اور جان چھڑانا چاہو مگر حدیث شریفہ میں ہے کہ تو اسی کے ساتھ ہوگا جس سے تجھے محبت ہوگی۔ سو روز حشر کو یاد رکھو اور اللہ کے عذابوں سے ڈرتے رہو کہ اللہ بندوں پہ بہت مہربان ہے تمہیں تباہی اور بربادی کے اسباب سے قبل از وقت مطلع فرما رہا ہے کہ تم اپنے آپ کو اس کے عذاب سے بچا سکو اور اس کی مرضیات کو پانے میں کوشاں رہو۔ع

ع ٣ ١٠ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ
تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ
ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٣١﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ
الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٣٢﴾
اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ
عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣٣﴾ ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ۭ
وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٣٤﴾ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ
رَبِّ اِنِّىْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ
مِنِّىْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٣٥﴾ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا
قَالَتْ رَبِّ اِنِّىْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰى ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا
وَضَعَتْ ۭ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى ۚ وَاِنِّىْ سَمَّيْتُهَا
مَرْيَمَ وَاِنِّىْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ
الرَّجِيْمِ ﴿٣٦﴾ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا
نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا
زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ

أَنّٰى لَكِ هٰذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۖ إِنَّ اللّٰهَ
يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٧﴾ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا
رَبَّهُ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ
إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ﴿٣٨﴾ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ
يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ ۙ أَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا
بِكَلِمَةٍ مِنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِنَ
الصّٰلِحِينَ ﴿٣٩﴾ قَالَ رَبِّ أَنّٰى يَكُونُ لِي غُلٰمٌ وَقَدْ
بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَأَتِي عَاقِرٌ ۖ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ
يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ﴿٤٠﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّي آيَةً ۖ
قَالَ آيَتُكَ أَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا رَمْزًا ۗ
وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ﴿٤١﴾ ع

منزل ۱

ترجمہ :-

آپ فرما دیجئے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میرا اتباع کرو خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کردیں گے اور اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنیوالے بڑے عنایت فرمانے والے ہیں (اور) آپ (یہ بھی) فرما دیجئے کہ تم اطاعت کیا کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی۔ پھر (اس پر بھی) اگر وہ لوگ اعراض کریں سو (سن رکھیں کہ) اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتے بے شک اللہ تعالیٰ نے (نبوت کے لئے) منتخب فرمایا ہے (حضرت) آدمؑ کو اور (حضرت) نوحؑ کو اور (حضرت

ابراہیمؑ کی اولاد (میں سے بعضوں) کو اور عمران کی اولاد (میں سے بعضوں) کو تمام جہان پر بعضے ان میں بعضوں کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والے ہیں خوب جاننے والے ہیں جبکہ عمران (پدر مریمؑ) کی بی بی نے (بحالت حمل میں) عرض کیا کہ اے پروردگار میں نے نذر مانی ہے آپ کے لئے اس بچہ کی جو میرے شکم میں ہے کہ وہ آزاد رکھا جاوے گا سو آپ مجھ سے (بعد ولادت) قبول کر لیجئے بیشک آپ خوب سننے والے خوب جاننے والے ہیں پھر جب لڑکی جنی (حسرت سے) کہنے لگیں کہ اے میرے پروردگار میں نے تو وہ حمل لڑکی جنی حالانکہ خدا تعالیٰ زیادہ جانتے ہیں اس کو جو انہوں نے جنی اور (وہ) لڑکا (جو انہوں نے چاہا تھا) اس لڑکی کے برابر نہیں اور میں نے اس لڑکی کا نام مریم رکھا اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو (اگر کبھی اولاد ہو) آپ کی پناہ میں دیتی ہوں شیطان مردود سے پس ان (مریم علیہا السلام) کو ان کے رب نے بوجہ احسن قبول فرمالیا اور عمدہ طور پر ان کو نشو و نما دیا اور (حضرت) زکریاؑ کو ان کا سرپرست بنایا (سو) جب کبھی زکریا (علیہ السلام) ان کے پاس عبادت خانہ میں تشریف لاتے تو ان کے پاس کچھ کھانے پینے کی چیزیں پاتے (اور) فرماتے کہ اے مریم یہ چیزیں تمہارے واسطے کہاں سے آئیں وہ کہتیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آئیں، بیشک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں بے استحقاق رزق عطا فرماتے ہیں اس موقع پر دعا کی (حضرت) زکریا (علیہ السلام) نے اپنے رب سے عرض کیا کہ اے میرے رب عنایت کیجئے مجھکو خاص اپنے پاس سے کوئی اچھی اولاد بے شک آپ بہت سننے والے ہیں دعا کے پس پکار کے کہا ان سے فرشتوں نے اور وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے محراب میں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بشارت دیتے ہیں یحییٰؑ کی جن کے احوال یہ ہوں گے کہ وہ کلمۃ اللہ کی تصدیق کرنیوالے ہونگے اور مقتدا ہونگے اور اپنے نفس کو لذت سے بہت روکنے والے ہوں گے اور نبی بھی ہوں گے اور اعلیٰ درجہ کے شائستہ ہونگے۔ زکریاؑ نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرے لڑکا کس طرح ہوگا حالانکہ مجھکو بڑھاپا آپہنچا اور میری بی بی بھی بچہ جننے کے قابل نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اسی حالت میں لڑکا ہو جاوے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ جو کچھ ارادہ کریں کر دیتے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرے واسطے کوئی نشانی مقرر کر دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہاری نشانی یہی ہے کہ تم لوگوں سے تین روز تک باتیں نہ کر سکو گے بجز اشارہ کے اور اپنے رب کو (دل سے) بکثرت یاد کیجیو اور (زبان سے بھی) تسبیح (و تقدیس) کیجیو دن ڈھلے بھی اور صبح کو بھی (کہ اس کی قدرت رہے گی)

اسرار و معارف

قل ان کنتم تحبون اللہ ...... الی .. لا یحب الکفرین • ۳۱ - ۳۲

رہا مذاہب عالم کا یہ دعویٰ کہ ہم جو کچھ بھی کرتے ہیں اللہ کی محبت اور اس کی طلب میں کرتے ہیں اور یہ دعوے اہل کتاب سے لے کر مشرکین تک سب میں مشترک ہے اللہ کریم نے اس کا صحیح اور درست طریقہ ارشاد فرمادیا کہ میاں اگر تمہیں اللہ کی ذات بابرکات سے محبت ہے تو محبت ایک کیفیت ایک جذبہ ہے جو کسی کے بارے دل میں جاگزیں ہو جاتا ہے پھر محب کا دل خیال محبوب میں مستغرق ہو جاتا ہے اور ایسا بے بس کر دیتا ہے کہ محبوب کی یاد اور اس کے اشتغال کے سوا چارہ ہی نہیں رہتا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ محب کی اپنی کوئی پسند و ناپسند نہیں رہتی بلکہ جو محبوب کی پسند ہو وہ طبعاً پسند ہو جاتی ہے اور جو شے محبوب کو پسند نہ ہو وہ طبعاً ناپسند ہو جاتی ہے بلکہ انتہا یہ ہوتی ہے کہ نہ ثواب کا لالچ رہتا ہے اور نہ عذاب کا خوف، اگرچہ طبعاً اس کی طلب میں طمع اور خوف کی آمیزش ہوتی ہے مگر آلائش نہیں ہوتی۔ یہ محبت ذاتیہ ہے اور رہی محبت صفاتیہ وہ کسی کا کوئی کمال دیکھ کر پیدا ہوتی ہے مگر اس کی بنیاد ذات پر نہیں اس وصف پہ پیدا ہوتی ہے کہ اگر وہ وصف موجود نہ ہو تو محبت بھی نہ ہو اسی لئے کہا گیا ہے کہ طالب الدنیا کلب دنیا مردار اور فنا کا نام ہے اس کا طالب کتا ہے اور طالب العقبیٰ مونث آخرت اور جنت کا طالب مونث ہے کہ حصول جنت کے لئے عبادت کرتا ہے اگر حصول جنت عبادت کے سوا ممکن ہو تو عبادت چھوڑ بیٹھے گا مگر طالب المولیٰ مذکر اللہ کا طالب مرد ہے کہ جس طرح شفیع الامم آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے عبادت میں کھڑے کھڑے پاؤں مبارک متورم ہو جاتے ہیں اور گریہ سے ریش مبارک اور سینۂ اقدس تر عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بھی، حالانکہ دنیا آپ کی شفاعت کی امیدوار ہے تو ارشاد ہوا "افلا اکون عبداً شکوراً" کہ میں اپنے رب کا شکر گذار بندہ کیوں نہ بنوں گویا ذات باری کی طلب ہے اور مکالمہ باری مقصود سو ارشاد ہوا کہ جو بھی اللہ سے محبت کا مدعی ہے اگر وہ اپنے دعوے میں سچا ہے تو اسے محبوب کی رضا پہ چلنا چاہیئے اور وہ کام کرے جو محبوب کو پسند ہو اور محبوب کی پسند ہے اطاعت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو اے لوگو اگر اللہ کے طالب ہو تو میری غلامی کر لو میری پیروی کرو جب تم میری اطاعت کرو گے تو پھر اللہ تم سے محبت کرے گا تم کو پسند فرمائے گا ایسے الفاظ جب ذات باری کی طرف منسوب ہوں تو معنی البعید مراد ہو کرتا ہے یعنی جو کچھ نتیجتاً صادر ہو تو محبت کا بعید یہ ہوگا کہ محبوب کی پسند اس کے ہر طرح کے آرام اور خوشی کا خیال رکھا

جائے اور اہل جنت سے اللہ کا یہی وعدہ ہے کہ تم پر رحم کروں گا اپنی رضا اور دائمی خوشنودی عطا کروں گا جو ہر طرح کے ابدی آرام کا باعث ہوگی ورنہ اللہ کسی کی یاد میں آہیں بھرنے سے بہت بلند ہے اللہ کی محبت یہ ہے کہ اپنی رضا اور اپنے رحم سے نوازے اور یہی یہاں ارشاد ہے کہ تمہاری خطائیں بخش دے گا کہ وہ تو بہت بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے سو یہ قاعدہ ارشاد ہوا کہ جو مدعی بھی محبت الٰہی کا دعوےٰ کرے اگر اتباع سنت میں ثابت قدم ہے اور پوری طرح کوشاں ہے تو درست بحیثیت انسان جو کوتاہیاں اس سے سرزد ہو جاتی ہیں اللہ وہ بخش دینے والا ہے لیکن اگر سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تارک ہے تو اپنے دعوے میں جھوٹا ہے سو ارشاد ہوا کہ اللہ کی اطاعت کرو اس طرح کہ اس کے رسول کی اطاعت کرو مرضات باری کو پانے کا واحد راستہ ہے آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا کہ حدیث شریف میں ارشاد ہے جس نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی اللہ کے فرمانبرداروں اور نافرمانوں میں امتیاز قائم کر دیا (مظہری) صوفیاء اسی کو فنافی الرسول کہتے ہیں کہ روحانی طور پران کی ارواح بارگاہ رسالت پناہ میں حاضری سے مشرف ہوتی ہیں اور ظاہراً ہر موئے جسم اتباع رسالت کے لئے کوشاں ہوتا ہے اور یہ فنا فی الرسول ہی فنافی اللہ اور بقاباللہ کا راستہ ہے اگر کسی نے بقاباللہ کو پالیا تو سلوک کی ابجد سے واقف ہو گیا گویا اس میں مزید بڑھنے کی استعداد اللہ نے پیدا فرما دی اب ہمت مردانہ سے آگے بڑھے اور کسی مرد خدا کو پا سکے تو ان عظمتوں کے لئے کوشاں ہو جائے کہ ممکن رہے اور لامکاں ہی باقی بلکہ یہ دونوں عالم اس کے راستے کے نشان ہوں کہ کوئی عاشق یہاں سے بھی دامن کشاں گذر رہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت پہ عقلی ونقلی دلائل اور معجزات قاہرہ اور دلائل باہرہ جمع ہو چکے اگر کسی کو اب اتباع رسالت میں اعتراض ہے اور وہ روگردانی کرتا ہے تو اللہ ایسے کافروں کو پسند نہیں کرتا گویا فیصلہ ہو گیا کہ اللہ کی محبت مومنوں کے لئے مخصوص ہے اور مومن وہ ہے جو محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہو یہاں ایک بات سمجھ لیں کہ بعض نادان محبت کرنے کے لئے اپنی طرف سے کئی اعمال گھڑ لیتے ہیں اور بدعات میں مبتلا ہو کر نگاہ رسالت پناہ سے گر جاتے ہیں یاد رکھیں اس بارگاہ میں عشق ومحبت بھی آداب سے آزاد نہیں ہیں بلکہ محبت کے لئے بھی وہی کچھ کرنا ہو گا جو محبوب کا ارشاد ہو ورنہ کسی بھی کام کو کرنے کے لئے اگر اپنی طرف سے کوئی طریقہ ایجاد کرو گے تو وہ اس کام کے کرنے کے اس طریقے کو مٹانے والا ہو گا جو محبوب نے ارشاد فرمایا ہے اور اس طرح حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فداہ ابی وامی کی ناپسندیدگی کا سبب بن جائے گا۔

ے
ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آئند جنید و بایزید اینجا

نیز اللہ کی رضا کے لئے نبی کے اتباع کا ضروری قرار دیا جانا کوئی حیرت کی بات نہیں کہ نبی ہی تو وہ ہستی ہے جو اللہ کی بات اس کے بندوں تک پہنچاتا ہے اور اللہ کی پسند و ناپسند سے بندوں کو آگاہ کرتا ہے نیز نبی کا ہر فعل اللہ کی اطاعت ہوتا ہے اور یہ تاریخ مذاہب میں موجود ہے۔

ان اللہ اصطفیٰ اٰدم .... واللہ سمیعٌ علیم ۝ ۳۴/۳۳

اللہ نے آدم علیہ السلام کو منتخب فرمایا، یعنی نبوت سے سرفراز فرمایا اور ان کی اطاعت ہی اللہ کی اطاعت قرار پائی ایسے ہی نوح علیہ السلام کو اور ابراہیم علیہ السلام کو اور ان کی اولاد کو جیسے حضرت اسماعیل اسحق یعقوب علیہ السلام اور انبیائے بنی اسرائیل یا آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عمران کی اولاد یعنی عیسیٰ علیٰ نبیا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام صاحب مظہری فرماتے ہیں کہ عمران بن ماثان تھے اور ماثان حضرت سلیمان علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے اور عمران حضرت مریم کے والد تھے یہاں حضرت عمران اور حضرت مریم پھر عیسیٰ علیہ السلام کا پیدائش سے رفع سماوی تک مفصل ذکر فرمادیا کہ کسی کو کوئی غلط فہمی نہ رہے اور نصاریٰ اپنے غلط عقائد کو نہ پھیلاتے پھریں نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی تو آنے کا نہیں جو امت کو تعلیم فرمائے اور عیسیٰ علیہ السلام نے آسمانوں سے نزول فرمانا ہے سو ان مفصل حالات سے اس آخری امت کو مطلع کردیا جائے کہ گمراہی کا اندیشہ نہ رہے نہ مرزا قادیانی جیسے نقال گمراہ کرسکیں نہ نزول عیسیٰ کا انکار ہو اور نہ عیسیٰ علیہ السلام کی پہچان میں کوئی مشکل۔ فرمایا ان حضرات کو تمام جہانوں پر فضیلت عطا فرمائی کہ آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کروایا اور آپ کا دشمن ابلیس مردود ہوا اسی طرح نوح علیہ السلام کے دشمن تباہ ہوئے۔ ابراہیم علیہ السلام کو بھی اگرچہ ہجرت کرنا پڑی مگر پھر غلبہ عطا ہوا، یہی حال تقریباً سب انبیاء کا ہے کہ یا تو ان کے دشمن عذاب الٰہی کی زد میں آکر تباہ ہوئے، جیسے قوم نوح علیہ السلام یا قوم ھودؑ، عاد و ثمود وغیرہا پھر انبیاء نے ہجرت فرمائی اور کچھ عرصہ بعد اسی ملک پر غلبہ نصیب ہوا جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام یا موسےٰ علیہ السلام۔ گویا اس بات کی طرف بھی اشارہ یہاں موجود ہے کہ ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی غلبہ نصیب ہوگا اور وہ سب کی سنتا ہے کہ اس کے انتخاب پر کافر کس طرح سے اعتراض کرتے ہیں اور علیم ہے جانتا ہے کس کو کس کام کے لئے مامور کیا جانا ہے یہاں سے عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر با تفصیل شروع فرمایا کہ اذ قالت امراۃ عمران ..... بغیر حساب ۳۷، ۳۶، ۳۵، کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کی نانی اور عمران کی

بیوی نے یہ نذر مانی کہ اللہ جو بچہ میرے پیٹ میں ہے میں نے تیری نذر کیا۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ بوڑھی ہو چکی تھی مگر اولاد نہ تھی ایک روز کسی پرندے کو دیکھا بچے کو چوگا دے رہا تھا تو دل سے ہوک سی اٹھی اور بچے کے لئے دعا کی جب حاملہ ہو گئیں تو بطور تشکر یہ نذر مانی کہ میں تو مولود کو بیت کی خدمت کے لئے وقف کر دوں گی اور دنیا کے جھمیلوں میں نہ ڈالوں گی۔ یہ نذر اس امت میں جائز تھی سو عرض کیا اے اللہ تو باتوں کو سنتا ہے اور دلوں کے بھیدوں سے آگاہ ہے میری یہ نذر قبول فرما لیکن جب بچے کی پیدائش ہوئی تو وہ لڑکی تھی پریشان ہو گئی کہ اللہ یہ تو بچی پیدا ہوئی ہے اور لڑکا اور لڑکی ایک سے تو نہیں ہوتے کہ وہ مضبوط بھی ہوتا ہے اور نسوانی عوارض سے دور بھی سو لڑکی یہ خدمت کیسے کر سکے گی مگر اللہ نے فرمایا کہ میری ذات خوب

جانتی ہے کہ کیا پیدا ہوا میں خود تو پیدا کرنے والا ہوں اس موقع پر اگر لڑکا ہوتا تو یہ رتبہ نہ ہوتا جو اس لڑکی کا ہے کہ اس سے ایک عظیم الشان رسول کو پیدا کرنا اور ایسے طریقے سے پیدا کرنا مقصود ہے کہ مخلوق پر اللہ کی حجت ہو، سو انہوں نے عرض کیا اللہ میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے، جس کا معنیٰ عابدہ ہے اور آپ کی خاص رحمت کی امیدوار ہے کہ حضرت عمران دوران حمل فوت ہو چکے تھے حضرت مریم یتیمہ پیدا ہوئیں سو میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ ہر بچے کو پیدائش کے وقت شیطان ضرور مس کرتا ہے مگر حضرت مریم اور اس کا بچہ اس سے محفوظ رہے۔ یہ ایک ولیہ کی دعا کا اثر تھا سو اللہ نے اس بچی کو حسن قبول بخشا پیدا ہوتے ہی قبول فرما لیا اور بہت اعلیٰ پرورش فرمائی کہ براہ راست اپنی قدرت سے غذا عطا فرماتا تھا اور حضرت زکریا علیہ السلام جیسی پاکباز ہستی کو ان کا کفیل مقرر فرمایا، جب حضرت مریم کو بیت المقدس لایا گیا تو ہر شخص ان کو لینے کے لئے دوڑا مگر حضرت زکریا نے فرمایا، میرے گھران کی خالہ ہے سو وہ بمنزلہ ماں کے ہوتی ہے مگر لوگوں نے نہ مانا اور قرعہ اندازی ہوئی جس کا ذکر آگے ہے تو اس میں بھی حضرت زکریا حقدار ٹھہرے سو انہوں نے ایک حجرہ حضرت مریم کے لئے خاص کر دیا اللہ نے ایسی پرورش فرمائی کہ انہیں دایہ یا دودھ پلانے والی کی حاجت ہی نہ ہوئی اور بہت جلد چلنے پھرنے لگیں غائب سے رزق عطا ہوتا تھا حضرت زکریا کہیں جاتے تو کمرہ مقفل کر جاتے مگر جب آتے تو دیکھتے کہ وہاں پھلوں کے ڈھیر ہیں اور موسم کی بھی کوئی قید نہیں جس پھل کا موسم نہیں وہ بھی وہاں رکھا ہے تو فرمانے لگے اے مریم یہ پھل کہاں سے آتے ہیں۔ فرمانے لگیں اللہ کے پاس سے حضرت ابن عباس کا قول ملتا ہے کہ ان کا رزق جنت سے آتا تھا

فرمایا اللہ جسے چاہتا ہے اس قدر رزق عطا فرمادیتا ہے کہ وہ انسان کا حساب بھی نہیں جان پاتا یا یہ مطلب کہ اپنی عطا اور مہربانی سے بغیر کسی استحقاق کے عطا فرمادیتا ہے نہ وہ موسموں کا محتاج ہے نہ ذرائع کا یہاں کرامتِ ولی کا بہت بڑا ثبوت ہے ۔

ھنالک دعا ذکریا ...... الی .... وسبح بالعشی والابکار ۰ آیات ۳۸ تا ۴۱ ع ۱۲

جب رحمت باری کو یوں ٹھاٹھیں مارتا ہوا دیکھا تو حضرت ذکریا سے نہ رہا گیا جو خود بے اولاد تھے اور بہت بوڑھے ہو چکے تھے پکار اٹھے اللہ مجھے صالح اور نیک اولاد عطا فرما کہ تو ہی دعاؤں کو سننے والا ہے ۔ صالح اور نیک اولاد کے لئے دعا کرنا صالحین کی سنت ہے یعنی ایک طرف تو خاندان ختم ہو رہا ہے اور کوئی نبوت اور علم کا وارث نہیں اور دوسری طرف لوگوں کی گمراہی کا اندیشہ سو بے موسم کے پھل بند حجرے میں حضرت مریم کے پاس دیکھ کر ایسی تحریک پیدا ہوئی کہ کمرہ بند کر کے اللہ کے حضور التجا کی ، اللہ مجھے نیک اور پاکیزہ اولاد عطا فرما اور ابھی محراب میں کھڑے تھے کہ ملائکہ نے پکارا آپ نماز پڑھ رہے تھے کہ فرشتے نے صدا دی جو حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے ، چونکہ وہ سید الملائکہ ہیں عموماً اُن کے ساتھ فرشتوں کی جماعت ہوتی ہے اس لئے یہاں فنادتہ الملائکہ فرمادیا کہ اللہ نے آپ کو حضرت یحییٰ کی پیدائش کی بشارت ہے جو کلمۃ اللہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کرنے والے ہوں گے حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے صرف اللہ کے حکم سے پیدا ہوئے اس لئے انہیں کلمۃ اللہ کہا گیا ہے اور حضرت یحییٰ ہی وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے ان کی تصدیق فرمائی ۔ سیداً اور سردار ہوں گے یعنی علم عبادت اور تمام خصائل خیر میں سب کے سردار ہوں گے اسی لئے خانوادہ نبوی کو سید کہا جاتا ہے مگر وہ لوگ جو اتباع رسالت چھوڑ چکے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی سے نکل گئے سید کہلانے کے ہرگز مستحق نہیں رہے وحصوراً

یعنی عورتوں کے پاس نہ جائیں گے یہاں ایک عجیب بات یہ ہے کہ نکاح سنت انبیاء ہے اور یہاں نکاح نہ کرنا باعث فضیلت بیان ہوا ہے تو حقیقت اس طرح ہے کہ ان پر عشق الٰہی ایسا غالب تھا کہ انہیں ان امور کا قطعاً خیال نہ تھا اور جہاں حدیث شریف میں نکاح کی ترغیب ہے وہاں من استطاع کے الفاظ ہیں کہ استطاعت بھی رکھتا ہو اگر حضرت یحییٰ کی طرح ہو تو پھر نکاح نہ کرنا ہی بہتر ہے اور تجربہ ہے کہ عورت کا قرب بے شک جائز ہو مگر ساری توجہ جذب کر لیتا ہے جو سالک کے لئے چند لمحے ضرور ٹھہراؤ کے پیدا کر دیتی ہے کہ دنیا کا کوئی کام اس طرح ساری توجہ سلب نہیں کرتا ، سو اپنی مرضی سے شہوات کو روک لینا اور مباح اور جائز خواہشات سے بھی بچ جانا بہت

بڑا کمال ہے بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ آپ پیدائشی نامرد تھے مگر یہ درست نہیں کہ نامرد کے لئے عورت سے
مباشرت نہ کرنا کونسی مدح کی بات ہے اور پھر نبی نامرد نہیں ہوا کرتا بلکہ انبیاء میں دوسرے لوگوں کی نسبت بہت
زیادہ قوت ہوتی ہے وہ تو صالحین میں سے نیک خاندان میں سے انبیاء کی اولاد میں سے اللہ کے نبی تھے، تو
عرض کیا اللہ میرے لڑکا کس طرح ہوگا کہ میں تو بہت بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری بیوی صرف بوڑھی ہی نہیں
کہ اولاد کے قابل نہ ہو بلکہ ساتھ بانجھ بھی ہے یہ سب بتقاضائے بشریت صادر ہوا اور بعض اوقات
طبیعت بشری علم اور عقل پہ غالب آجاتی ہے، جیسے موسیٰ علیہ السلام کہ وعدہ کرنے کے بعد پھر حضرت خضر پہ
اعتراض فرمایا۔ سو ارشاد ہوا کہ اللہ قادر ہے، تمہارے بڑھاپے اور بیوی کے بانجھ پن کے باوجود لڑکا ہوگا
کہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے پھر عرض کرنے لگے اللہ استقرار حمل کی نشانی مقرر فرما دے کہ جیسے حمل ٹھہرے
مجھے اطلاع ہو جائے اور تیرا شکر ادا کر سکوں فرمایا نشانی یہ ہے کہ تو باوجود ذکر الٰہی پر قدرت رکھنے کے تین
روز تک لوگوں سے کوئی بات نہ کر سکے گا اور اشارہ سے اپنی بات نہ سمجھا سکے گا سو جب ایسا ہو تو کثرت سے اللہ کا
ذکر کر اور صبح شام یعنی مسلسل اللہ کی تسبیح بیان کرتا رہ ان کا مقصد تھا کہ شکر ادا کروں اللہ نے نشانی ایسی مقرر فرما
دی کہ وارے نیارے ہو گئے یعنی ذکر پہ ایسا لگا دیا کہ اور کوئی کلام ہی نہ کر پائیں کہ کثرت سے ذکر کریں اور شکر
ادا کریں۔ یاد رہے کلام کرنا بھی دل کو متاثر کرتا ہے، اگرچہ کلام نیک ہی ہو۔

ے دل سے پُر گفتن بمیرد در بدن — گرچہ گفتارش بود دُرِّ عدن

اگر تو کلام نیک نہ ہو تو اس کا اثر تو ظاہر ہے لیکن نیکی کی بات بھی تو کسی انسان سے کرے گا تو اس مخاطب کی
ظلمت خواہ مخواہ اس کی طبیعت کو متاثر کرے گی، جیسے جھاڑو دینے والے کا لباس خاک آلود ہو جاتا ہے
اس میں منازل میں کمی نہیں آتی کہ یہ کار ثواب ہے اور ثواب سے منازل میں ترقی ہوتی ہے لیکن مشاہدات بہت

زیادہ متاثر ہوتے ہیں اسی لئے ان حضرات سے جو گوشہ نشین رہتے ہیں۔ مشاہدات بکثرت روایت ہوئے اور
جنہوں میں مخلوق خدا کو بات پہنچائی عموماً انہیں کشف کم ہی حاصل ہوا اگرچہ مقامات علیا تک رسائی ہو گئی، یہاں
ان حضرات کی بات نہیں کر رہا جو سلوک سے ہی ناآشنا ہیں یہ بات مردان خدا کی ہے۔ سو ہر نعمت پہ شکر
اور کثرتِ ذکر واجب ہے۔ ع ۱۲

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ ع ۱۲
وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾
يٰمَرْيَمُ اقْنُتِىْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِىْ وَارْكَعِىْ مَعَ
الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ
وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ
يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۠ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾
اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ
مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى
الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۵﴾ لا وَيُكَلِّمُ النَّاسَ
فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَتْ رَبِّ
اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ ؕ قَالَ
كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا
فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۷﴾ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ
وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿۴۸﴾ ج وَرَسُوْلًا اِلٰى
بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ اَنِّىْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ

أَنِّيْٓ أَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ
فَأَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًۢا بِإِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَأُبْرِئُ
الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِ الْمَوْتٰى بِإِذْنِ اللّٰهِ ۚ
وَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ
بُيُوْتِكُمْ ۗ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَأٰيَةً لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۴۹﴾ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ
التَّوْرٰىةِ وَلِأُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ
عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِأٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۟ فَاتَّقُوا اللّٰهَ
وَأَطِيْعُوْنِ ﴿۵۰﴾ إِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۗ
هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۵۱﴾ فَلَمَّآ أَحَسَّ عِيْسٰى
مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنْصَارِيْٓ إِلَى اللّٰهِ ۗ قَالَ
الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ
بِأَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ أَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا
الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَمَكَرُوْا
وَمَكَرَ اللّٰهُ ۗ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ ع

ترجمہ:۔

اور (وہ قابل ذکر ہے) جبکہ فرشتوں نے کہا کہ مریمؑ بلاشک اللہ تعالیٰ نے تم کو منتخب (یعنی مقبول) فرمایا ہے اور پاک بنایا ہے اور تمام جہان بھر کی بیبیوں کے مقابلے میں منتخب فرمایا ہے اے مریمؑ اطاعت کرتی رہو اپنے پروردگار کی اور سجدہ کیا کرو اور رکوع کیا کرو ان لوگوں کے ساتھ جو رکوع کرنیوالے ہیں یہ قصے منجملہ غیب کی خبروں کے ہیں ہم ان کی وحی بھیجتے ہیں آپ کے پاس اور آپ ان لوگوں کے پاس نہ تو اس وقت موجود تھے جبکہ وہ (قرعہ کے طور پر) اپنے اپنے قلموں کو (پانی میں) ڈالتے تھے کہ اُن سب میں کون شخص حضرت مریم (علیہا السلام) کی کفالت کرے اور نہ آپ ان کے پاس اس وقت موجود تھے جب کہ باہم اختلاف کر رہے تھے (اس وقت کو یاد کرو) جب فرشتوں نے (یہ بھی) کہا کہ اے مریمؑ بے شک اللہ تعالیٰ تم کو بشارت دیتے ہیں ایک کلمہ کی جو منجانب اللہ ہو گا۔ اس کا نام (ولقب) مسیح عیسیٰؑ ابن مریمؑ ہو گا با آبرو ہونگے دنیا میں اور آخرت میں اور منجملہ مقربین کے ہونگے اور آدمیوں سے کلام کرینگے گہوارہ میں (یعنی بالکل بچپن میں بھی) اور بڑی عمر میں بھی اور شائستہ لوگوں میں سے ہونگے (حضرت مریم علیہا السلام) بولیں اے میرے پروردگار کس طرح ہو گا میرے بچہ حالانکہ مجھکو کسی بشر نے ہاتھ نہیں لگایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ویسے ہی (بلا مرد کے) ہو گا (کیونکہ) اللہ تعالیٰ جو چاہیں پیدا کر دیتے ہیں۔ جب کسی چیز کو پورا کرنا چاہتے ہیں تو اس کو کہہ دیتے ہیں کہ ہو جا بس وہ چیز ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو تعلیم فرمادیں گے (آسمانی) کتابیں اور سمجھ کی باتیں اور (بالخصوص) توریت اور انجیل اور ان کو (تمام) بنی اسرائیل کی طرف بھیجیں گے (پیغمبر بنا کر) کہ میں تم لوگوں کے پاس (اپنی نبوت پر) کافی دلیل لے کر آیا ہوں تمہارے رب کی طرف سے وہ یہ ہے کہ تم لوگوں کیلئے گارے سے ایسی شکل بناتا ہوں جیسے پرندہ کی شکل ہوتی ہے پھر اس کے اندر پھونک مار دیتا ہوں جس سے وہ (جاندار) پرندہ بن جاتا ہے خدا کے حکم سے اور میں اچھا کر دیتا ہوں مادرزاد اندھے کو اور برص (جذام) کے بیمار کو اور زندہ کر دیتا ہوں مُردوں کو خدا کے حکم سے اور میں تم کو بتلا دیتا ہوں جو کچھ اپنے گھروں میں کھا کر آتے ہو اور جو رکھ آتے ہو بلاشبہ ان میں (میری نبوت کی) کافی دلیل ہے تم لوگوں کیلئے اگر تم ایمان لانا چاہو اور میں اس طور پر آیا ہوں کہ تصدیق کرتا ہوں اس کتاب کی جو مجھ سے پہلے تھی یعنی توراۃ کی اور اس لئے آیا ہوں کہ تم لوگوں کے واسطے

بعض ایسی چیزیں حلال کر دوں جو تم پر حرام کر دی گئی تھیں اور میں تمہارے پاس دلیل (نبوت) لے کر آیا ہوں حاصل یہ کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو بیشک اللہ تعالیٰ میرے بھی رب ہیں اور تمہارے بھی رب ہیں سو تم لوگ اسکی عبادت کرو بس یہ ہے راہ راست سو جب حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے اُن سے انکار دیکھا تو آپ نے فرمایا کوئی ایسے آدمی بھی ہیں جو میرے مددگار ہو جاویں اللہ کے واسطے حواریین بولے کہ ہم ہیں مددگار اللہ (کے دین) کے ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور آپ اس کے گواہ رہیئے کہ ہم فرمانبردار ہیں اے ہمارے رب ہم ایمان لے آئے ان چیزوں (یعنی احکام) پر جو آپ نازل فرمائیں اور پیروی اختیار کی ہم نے (ان) رسول کی سو ہم کو ان لوگوں کے ساتھ لکھ دیجئے جو تصدیق کرتے ہیں اور ان لوگوں نے خفیہ تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ نے خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ تعالیٰ سب تدبیریں کرنیوالوں سے اچھے ہیں۔

اسرار و معارف:

واذ قالت الملٰئکۃ ... .. وارکعی مع الرّٰکعین۔ ۴۲ / ۴۳

اور وہ وقت بھی یاد کرو جب فرشتوں نے یعنی جبرائیل امین نے رُو در رُو کہا تھا اے مریم بے شک اللہ نے آپ کو قبول فرمالیا ہے چھانٹ لیا ہے یعنی دوامی تجلیات ذاتی کے ساتھ برگزیدہ کر دیا ہے۔ تجلیات ذاتیہ کمالات نبوت و رسالت میں سے ہے یہ کمال انبیاء کو بالذات اور بلاواسطہ حاصل ہوتا ہے اور ان کی وساطت سے خاص اور ممتاز اولیاء اللہ کو نصیب ہوتا ہے اور حضرت مریم تو صدیقہ تھیں صدیقیت ولائت کی نہایت ہے اور چوٹی کے اولیاء اللہ کو یہ اعلیٰ مناصب باتباع نبی اس طرح حاصل ہوتے ہیں جیسے شاہی محل میں بادشاہ کے ساتھ اس کے خاص خادم بھی رہا کرتے ہیں۔ کمالات نبوت و کمالات رسالت عالم امر کے دوائر میں سے تیرھواں اور چودواں دائرہ ہیں، اور آپ کو یا مریم پاک کر دیا ہے۔ عوارض نسوانی سے بھی اور گناہوں کی آلودگی سے بھی اور جہان کی عورتوں پر آپ کو فضیلت بخشی ہے یعنی اپنے دور میں روئے زمین کی عورتوں پر حدیث شریف میں ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور بنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی بے شمار فضائل اور محاسن وارد ہیں ایک متفق علیہ حدیث میں ارشاد ہے کہ مردوں میں تو کامل بہت ہوئے ہیں مگر عورتوں میں مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون تھیں اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسی ثرید کی فضیلت باقی کھانوں پر سوائے مریم اپنے رب کے حضور کھڑی رہا کریں یعنی طویل قیام کیا کریں اور نماز ادا کیا کریں با جماعت یعنی سجدہ کریں اور رکوع کریں رکوع کرنے والوں کے ساتھ یہاں والیوں ارشاد نہیں ہوا کہ عورتوں کی جماعت مردوں کے تابع ہے نیز سالک کو بھی جان لینا چاہیئے کہ نماز با جماعت اور کثرتِ نوافل طویل قیام اور رکوع و سجود کی پوری پابندی کے ساتھ قطع منازل کیلئے اکسیر ہیں۔

ذٰلک من انبآءِ الغیب ... .. اذ یختصمون ۴۴

صاف ظاہر کہ جملہ مضامین وحی الٰہی ہیں اور آپ کی نبوت کا روشن ثبوت کہ نہ تو آپ ان کے پاس اس وقت تک موجود تھے جب وہ اپنے قلم دریا میں ڈال رہے تھے کہ کون مریم کا کفیل ہوگا۔ مفسرین کرام فرمائے

ہیں کہ لوہے کے قلم تھے اور دریا میں ڈالے گئے کہ جس کا قلم بحکم الٰہی ڈوبے بھی نہیں اور ... کے الٹے طرح تیرے وہ کفالت کرے گا سو حضرت زکریا علیہ السلام کو یہ سعادت بخشی گئی اہل سنت کے نزدیک متعین حقوق میں قرعہ ناجائز ہے اور داخل قمار کہ ایک مشترکہ شے پر قرعہ ڈالا جائے جس کا نام نکلے وہ لے لے باقی محروم ہو جائیں یہ درست نہیں ہاں جن حقوق کے اسباب رائج سے طے کرنے ہوں وہاں جائز ہے۔ مثلاً شے مشترک کے برابر حصے ہو گئے اب کون سا حصہ ایک حصہ دار لے اور کونسا ڈھیر دوسرے کو ملے تو یہاں جائز ہوگا اور نہ ہی آپ اس وقت تشریف رکھتے تھے جب وہ باہم جھگڑ رہے تھے سو علم کے ذرائع تو یہی ہیں کہ یا انسان خود دیکھے اور سنے تو ممکن نہیں کہ آپؐ کے اور ان واقعات کے درمیان پانچ صدیاں حاصل ہیں دوسرا ذریعہ ہے کسی تاریخ سے یا کتاب سے پڑھ کر معلوم کرے تو حضورؐ امی تھے یہ بھی ممکن نہیں۔ تیسرا راستہ ہے کہ کسی عالم کی صحبت اختیار کرے اور وہاں سے سن کر معلوم کرے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عالم کی نہ شاگردی کی نہ صحبت اختیار فرمائی بلکہ ہر وہ شخص عالم کہلایا اور تا قیامت کہلائے گا جو انوار محمدی سے اپنا دامن بھر سکے گا تو پھر بجز وحی کے اور اللہ جل شانہ کی ذات کے مطلع کر دینے کے اور تو کوئی راستہ نہیں اور نزول وحی ہی آپ کی نبوتؐ کی دلیل ہے۔ اب یہی قصہ اپنی پوری صحت اور پوری وضاحت کے ساتھ آگے سنیں۔

اذ قالت الملٰئکۃ .. .. .. من الصّٰلحین ○ ۴۵-۴۶

فرمایا وہ وقت یاد کریں جب فرشتوں نے یعنی حضرت جبرائیل نے کہا اے مریم اللہ آپ کو ایک کلمہ کی بشارت دیتے ہیں جو اللہ کی طرف سے ہوگا یعنی ایسا بچہ جو اللہ کے حکم سے بغیر باپ کے پیدا ہوگا اور اللہ کا کلمہ کہلائے گا جس کا نام اور لقب مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا، یہاں ثابت ہے کہ ملائکہ اولیاء اللہ سے کلام کرتے ہیں اور یہ بڑی عجیب بات ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک معزز و مقرب ولیہ سے تو فرشتہ کلام کرے اور امت محمدیہ کے اولیاء اس کے اہل نہ سمجھے جائیں بلکہ جو لوگ ایسے واقعات کا رد کرتے ہیں اصل میں سلوک سے واقفیت ہی نہیں رکھتے انہیں رد کرنے کا حق ہی حاصل نہیں ہے۔ یہ شخص دنیا و آخرت میں باعزت اور عالی مرتبت ہوگا۔ دنیا میں نبوت و رسالت سے سرفراز ہوگا اور آخرت میں جنت کے عالی منازل پہ فائز ہوگا اور اللہ کا مقرب ہوگا یعنی اسکو قرب فنائی میں دوام حاصل ہوگا اور تجلیات ذاتیہ اس کو ہمیشہ حاصل ہوں گی اور اس کے معجزات میں سے یہ ہوگا کہ گہوارے میں لوگوں سے کلام کرے گا اور پختہ کلام جیسے اللہ کریم کلام فرما رہے ہیں اور پھر بڑی عمر میں بھی لوگوں سے کلام فرمائے گا۔ بچپن میں کلام تو خرق عادت ہو کر معجزہ ہوا مگر کہولت میں کلام کی

معجزہ ہے۔ مفسرین کرام رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے کہ جب آپ کو آسمانوں پہ اٹھایا گیا تو آپ کی عمر تیس پینتیس سال کے درمیان تھی جو جوانی کا زمانہ ہے اور کہولت عموماً چالیس سال کے بعد کی عمر پہ بولا جاتا ہے، سو آسمانوں سے نزول کے بعد پھر لوگوں سے کلام کرنا اور انہیں ہدایت کی طرف بلانا اس سے بھی بڑا معجزہ ہے جو آپ نے گہوارے میں اعلان فرمایا تھا کہ انی عبد اللہ اتانی الکتب وجعلنی من المرسلین۔ اور وہ صالحین میں سے یعنی منجملہ انبیائؑ میں سے نبی ہوگا۔

قالت رب انی یکون لی ۔۔ ۔۔ ھذا صراط مستقیم ۴۷ تا ۵۱

حضرت مریم نے عرض کی اے میرے پروردگار میرے بچہ کس طرح پیدا ہوگا کہ مجھے تو کسی مرد نے چھوا تک نہیں اور بچہ تو ہمیشہ مرد اور عورت سے پیدا ہوتا ہے ارشاد ہوا بس ایسے ہی بچہ پیدا ہوگا کہ اللہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے اور جب کسی چیز کے ہونے کا فیصلہ فرماتا ہے تو اس شے کے ہونے کا حکم دیتا ہے تو وہ فوراً ہو جاتی ہے وہ جیسے مادہ سے اور ترتیب سے پیدا کرنے پہ قادر ہے اس کے خلاف یہ بھی اسی طرح قادر ہے اللہ اس بچے کو لکھنا سکھائے گا اور دانش عطا فرمائے گا نیز تورات اور انجیل کے علوم عطا فرمائے گا۔ اور بنی اسرائیل کے پاس عظیم الشان رسول بنا کر بھیجے گا یہاں ثابت ہوتا ہے کہ انبیا جملہ علوم براہ راست اللہ سے حاصل کرتے ہیں اور دانش اس علم کا نام ہے جسے انبیاء اللہ سے لے کر مخلوق میں تقسیم فرماتے ہیں اس طرح اللہ کے نور وہ لوگ ہیں جن کے سینے علوم انبیاء سے لبریز ہیں نہ کہ دور حاضرہ کے بے دین مفکر جن کی فکریں بھی الجھی ہوئی ہیں فرمایا وہ اعلان فرمائیں گے کہ اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے معجزات لے کر مبعوث ہوا ہوں جن میں سے ایک یہ کہ تمہارے سامنے مٹی سے پرندے کی صورت بناؤں گا پھر اس پر پھونک ماروں گا تو اللہ کی اجازت سے وہ پرندہ بن جائے گی زندہ سلامت یعنی یہ پھونک مارنا معجزہ ہے۔ انبیاء کا بطور کرامت اولیاء اللہ میں پایا جانا برحق ہے مگر اثبات دین کے لئے نہ کسی شخص کی ذاتی وجاہت کے لئے اور نہ پیسہ بٹورنے کے لئے اور چونکہ اللہ کے حکم سے صادر ہوتا ہے تو ایسے کلام جو ناجائز ہوں یعنی جن کا پڑھنا فساد عقیدہ اور فساد عمل میں مبتلا کرنے والا ہو ہرگز نہ پڑھنے چاہئیں نیز ان پہ اللہ کی طرف سے اثر مرتب نہیں ہوتا یہ اور بات ہے کہ اتفاقاً اللہ کی طرف سے ہو اور لوگ منسوب بے دین جھاڑ پھونک والوں سے کر دیں ونیز میں مادر زاد اندھوں اور کوڑھ کے ہیبت ناک مرض میں مبتلا لوگوں کو تندرست کر دوں گا اور اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دوں گا، چونکہ مردوں کو زندہ کرنا تو ہم الوہیت پیدا کرنے والا تھا سو مکرر فرمایا کہ اللہ کے اذن سے اس کے حکم سے یعنی فعل اللہ کا

ہوگا صدر میرے ہاتھ پہ ہوگا۔ صاحب تفسیر مظہری نے تین ایسے نام گنائے ہیں جو بعد مرگ حضرت عیسےٰ علیہ کی دعا سے زندہ ہوکر پھر صاحب اولاد ہوئے اور کافی دیر زندہ رہ کر مرے حالانکہ برزخ کے منکشف ہونے کے بعد انسان کا دنیا میں دوبارہ جینا بسنا اور مکلف زندگی گذارنا ممکن نہیں کہ ایمان بالغیب تو رہا نہیں سب کچھ تو وہ دیکھ چکا بھلا وہ کیوں نہ عذاب و ثواب قبر یا جنت و دوزخ اور حشر کو مانے گا مگر ہر کام اور ہر بات میں مستثنیات ملتی ہیں جن سے قدرت الٰہی کا ظہور ہوتا ہے کہ اللہ جس طرح چاہے کر سکتا ہے مثلاً خود حضرت عیسٰی علیہ السلام کی پیدائش انسان کے عمومی طریقہ پیدائش میں ایک استثنائی صورت ہے ایسے ہی ان کے معجزات اندھوں کوڑھوں کا تندرست ہونا مردوں کا زندہ ہونا یا پھر دنیا میں نظر کریں تو دیکھیں پرندوں میں چمگادڑ جس کے پر گوشت کے منہ میں دانت سینے پہ چھاتیاں اور پھر اس کو حیض ہوتا ہے اور بیٹھنے میں الٹی لٹکتی ہے ایک جانور میں کس قدر استثنائی صورتیں ہیں ایسے ہی دیکھ لیں جس ذی روح کی ناک میں پانی گھسے وہ بلبلا اٹھتا ہے مگر ہاتھی پہلے بھرتا ہی سونڈ ہے پھر منہ میں انڈیلتا ہے ہر جانور کا نیچے کا جبڑا حرکت کرتا ہے مگر مچھ کا اوپر کا جبڑا حرکت کرتا ہے سب جانوروں کے دو پھیپھڑے مگر سانپ کا ایک ہوتا ہے سب جانور بچے دے کر بقائے نسل کا سبب بنتے ہیں مگر خچر کا نر بھی بانجھ اور مادہ بھی بانجھ اس کے باوجود نسل قائم ہے ایسے ہی بے شمار جانور اور واقعات ملتے ہیں جو عام قاعدہ سے ہٹ کر صادر ہوتے اور اللہ کی قدرت پہ شہادت دیتے ہیں، نیز جو کچھ تم کھاتے ہو اور جو گھروں میں بچا کر رکھتے ہو میں اس کے بارے تمہیں بتا دوں گا، جو کچھ لوگ کھاتے اور جو دوسرے وقت کے لئے بچا کر رکھتے۔ حضرت اس کے بارے بتا دیا کرتے تھے ان تمام خوارق میں آپ کے دعوٰے نبوت کی بہت بڑی دلیل ہے اگر تمہیں ایمان لانے کی توفیق ہے تو ایمان لاؤ نیز میں کوئی انوکھا رسول مبعوث نہیں ہوا ہوں پہلے تورات موجود ہے جو اللہ کا رسول لایا تھا میں بھی اس کی تصدیق کرتا ہوں یعنی میری دعوت بھی وہی ہے اور انبیاء علیہ السلام اصول دعوت میں آدم علیہ السلام سے لے کر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک متفق ہیں سب کی دعوت بھی ایک ہے اور ہر نبی نے دوسرے انبیاء کی تصدیق بھی کی ہے ہاں طریقہ عبادات یعنی بعض ارکان عبادت میں یا بعض ان چیزوں میں فرق ہے جو پہلے تم پر تورات نے حرام کر دی تھیں میں حلال کرتا ہوں یہ بھی میری وجہ سے تم پر اللہ کا انعام ہے کہ تمہاری عادتوں کے باعث تم پر سختی کی گئی مثلاً گوشت حلال اور چربی حرام یا جسم کے دوسرے حصے حلال اور جانور کی پیٹھ کا گوشت حرام تو ایسے امور میں تبدیلی کوئی اختلاف نہیں ہوتا۔ احکام الٰہی میں نسخ ہوتا رہتا ہے کہ ایک حکم ایک وقت کے لئے تھا جب اس کا وقت پورا ہو گیا تو اس کی جگہ دوسرا حکم آگیا

اپنے وقت پر دونوں صحیح اور درست ثابت ہوتے ہیں خود قرآن مجید میں نسخ موجود ہے نیز میں تمہارے رب کے پاس سے تمہارے لئے ایک بڑی نشانی یعنی انجیل لایا ہوں یہاں کتاب کے ساتھ صفت ربوبیت کا اظہار اس بات پہ دلیل ہے کہ جس طرح ستھری اغذیہ جسم کی صحت اور بقاء کے لئے ربوبیت باری کا مظہر اور ضروری ہیں اسی طرح خلوص نیت سے اللہ کی کتاب کی تلاوت اس کا سمجھنا اور اس پہ عمل روح کی صحت اور ابدی زندگی کی ضرورت ہے سو اللہ کی گرفت سے ڈرتے رہو کہ میری مخالفت تو عذاب الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے سو میری بات تسلیم کرو اللہ ہی میرا اور تمہارا رب ہے اسی کی عبادت کرو یہاں ایک جملے میں عقیدہ اور عمل جو فرما دیئے کہ اللہ ہی میرا بھی اور تمہارا بھی رب ہے۔ خالق مالک رازق ہے کہ جملہ ضروریات کا کفیل وہی ہے یہاں اس عقیدہ باطل کا بطلان بھی واضح ہو گیا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں نہیں بلکہ اس کے بندے اور نبی ہیں فاعبدوہ میں عمل کا حکم ہے کہ صحت عقیدہ کی دلیل ماموارت و منہیات کی پابندی ہے اور یہی سیدھا راستہ ہے جیسے حدیث پاک میں ارشاد ہے۔ قل اٰمنت ثم استقم یعنی اقرار توحید اور تعمیل اوامر و نواہی دونوں کو جمع رکھنا ہی راہ ہدایت ہے۔

فلما احس عیسیٰ ... ... واللہ خیر الماکرین ع ۵۲ تا ۵۴

جب یہ تمام معجزات اور دلائل دیکھنے کے بعد بھی ان کی عادات میں تبدیلی نہ آئی ان باتوں اور حرکات سے عیسیٰ علیہ السلام کو کفر کی لو آئی تو فرمایا کون ہے جو اللہ کی راہ میں میرا معاون ہو یعنی اس سلسلی محنت کا ثمر کیا کچھ لوگ تم میں ایسے بھی ہیں جو معیت باری کے طلب گار ہوں اور اس کی راہ پر میرے ساتھ چلیں تو کچھ برگزیدہ اشخاص نے جنہیں حواری کہا گیا ہے عرض کیا ہم ہیں حواری عیسےٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کو ان کے اخلاص اور صفائے باطن کی وجہ سے لو گیا ہے، جیسے نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے جان نثاروں کو صحابی کہا جاتا ہے سو انہوں نے عرض کیا ہم اللہ کے دین کی خدمت کے لئے موجود ہیں اور اللہ کی ذات اور جملہ صفات پر ایمان رکھتے ہیں سو جب انبیاء کی شہادت کا وقت آئے تو آپ بھی ہمارے فرمانبردار ہونے کے گواہ رہیئے گا اور اے اللہ اے ہمارے پروردگار ہم تیری توحید تیرے انبیاء کی صداقت پہ ایمان لائے تیرے رسول یعنی عیسےٰ علیہ السلام کی اطاعت کی سو تو ہمیں مومنین کاملین کی فہرست میں شامل فرما لے۔ شاہدین سے مراد جملہ عقائد کی صداقت پہ گواہی بھی ہے اور حضرت ابن عباس رض کا ارشاد ہے کہ انہوں نے یہ تمنا کی تھی کہ ہمیں امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں شمار فرما کر روز حشر تمام انبیاء کی تبلیغ رسالت کی شاہد ہو گی۔ سو کافروں نے خفیہ چال چلی۔ لفظ مکر اردو میں صرف

سازش کے معنوں میں آتا ہے مگر عربی میں خفیہ تدبیر کو کہتے ہیں اگر تدبیر بھلائی کے لئے ہوگی تو اچھے معنوں میں آئے گا اگر برائی کے لئے ہوگی تو اس کے معنوں میں استعمال ہوگا سو انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نقصان پہنچانے کی سازش کی بادشاہ کے کان بھرے کہ یہ شخص ملحد ہے تورات کو بدل کر دین برباد کرنا چاہتا ہے اور ان کی گرفتاری اور قتل کا حکم حاصل کیا ادھر اللہ کی حکمت اپنا کام کر رہی تھی جسے وہ قتل کرنا چاہتے تھے اللہ کو اسے بچانا منظور تھا اور اللہ ہی سب سے بہتر تدبیریں کرنے والے ہیں۔ ع ۱۳

إِذْ قَالَ اللّٰهُ
يٰعِيسٰىٓ إِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ إِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ ع ۵
مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ
فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ إِلَىَّ
مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۵۵﴾
فَأَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَأُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا
فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ز وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۵۶﴾
وَأَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ
أُجُوْرَهُمْ ط وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۷﴾ ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ
عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ﴿۵۸﴾ إِنَّ مَثَلَ
عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ط خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ
ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۵۹﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا
تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ
مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَآءَنَا
وَأَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ قف
ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۱﴾ إِنَّ

هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ؕ
وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٦٢﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ
اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿٦٣﴾ ع

ترجمہ :۔

جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰؑ (کچھ غم نہ کرو) بیشک میں تم کو وفات دینے والا ہوں اور (فی الحال) میں تم کو اپنی طرف اُٹھائے لیتا ہوں اور تم کو ان لوگوں سے پاک کرنے والا ہوں جو منکر ہیں اور جو لوگ تمہارا کہنا ماننے والے ہیں اُن کو غالب رکھنے والا ہوں ان لوگوں پر جو کہ (تمہارے منکر ہیں روز قیامت تک پھر میری طرف ہوگی سب کی واپسی سو میں تمہارے درمیان (عملی) فیصلہ کردوں گا ان امور میں جن میں تم باہم اختلاف کرتے تھے تفصیل (فیصلہ کی) یہ ہے کہ جو لوگ (ان اختلاف کرنیوالوں میں) کافر تھے سو ان کو سخت سزا دوں گا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور ان لوگوں کا کوئی حامی و (طرفدار) نہ ہوگا اور جو لوگ مومن تھے اور انہوں نے نیک کام کیئے تھے سو ان کو اللہ تعالیٰ (ان کے ایمان اور نیک کام کا) ثواب دیں گے اور اللہ تعالیٰ محبت نہیں رکھتے ظلم کرنیوالوں سے یہ ہم تم کو پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں جو کہ (آپ کے منجملہ دلائل (نبوت) کے ہے اور منجملہ حکمت آمیز مضامین کے ہے بے شک حالت عجیبہ (حضرت) عیسیٰؑ کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشابہ حالت عجیبہ (حضرت) آدمؑ کے ہے کہ ان (کے قالب) کو مٹی سے بنایا پھر ان کو حکم دیا کہ (جاندار) ہو جا، بس وہ (جاندار) ہو گئے یہ امر واقعی آپکے پروردگار کی طرف سے (بتلایا گیا) ہے سو آپ شبہہ کرنیوالوں میں سے نہ ہو جیئے پس جو شخص آپ سے عیسیٰ علیہ السلام کے باب میں (اب بھی) حجت کرے آپ کے پاس علم (قطعی) آئے پیچھے تو آپ فرما دیجیئے کہ آجاؤ ہم (اور تم) بلالیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور خود اپنے تنوں کو اور تمہارے تنوں کو پھر ہم (سب مل کر) خوب دل سے دعا کریں اس طور سے کہ اللہ کی لعنت بھیجیں ان پر جو (اس بحث میں) ناحق پر ہوں بے شک یہ (جو کچھ) مذکور (ہوا) وہی ہے سچی بات اور کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں بجز اللہ تعالیٰ کے اور بلاشک اللہ تعالیٰ ہی غلبہ والے حکمت والے ہیں پھر (بھی) اگر رو گردانی کریں تو بیشک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے ہیں فساد والوں کو۔

اسرار و معارف

اذقال اللہ یا عیسیٰ انی متوفیک ..... من الایات والذکر الحکیم ہ آیات ۵۵تا ۵۸

اب خفیہ تدبیر کیا تھی کہ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنا چاہا اور اللہ انہیں نہ صرف بچانا چاہتا تھا بلکہ اپنی عظمت کا ایک نشان اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے نشان کے طور پر باقی بھی رکھنا چاہتا تھا جس طرح ان کی پیدائش عجیب تھی ایسے ہی پرورش بھی نرالی کر یالنے میں باتیں کیں پھر معجزات بھی عجیب تر اور اس کے بعد رفع یعنی آسمانوں پر اٹھایا جانا اور پھر دنیا میں نزول اس کے بعد موت یہ سب ہی امور قدرت باری کے مظاہر ہیں سوارشاد ہوا کہ اے عیسیٰ میں تمہیں لے لوں گا اور اٹھالوں گا۔ یہ معنی اس صورت میں ہے کہ جب متوفیک کے معنے پورا پورا لے لیا کیا جائے۔ لیکن اگر اس کا معنی موت ہی کیا جائے تو معنے یوں ہو گا کہ یہود آپ کو قتل نہیں کر سکتے بلکہ ہم تمہیں طبعی موت سے دوچار کریں گے۔ فی الحال تمہیں اپنی طرف اٹھالیں گے کیونکہ کتاب اللہ کی دوسری آیات عدم قتل پر شاہد ہیں، جیسے وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ علیہ ۔ کہ یہودیوں نے یقیناً عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اپنی طرف اٹھا لیا۔ اور اگر رفع روحانی مراد لیا جائے تو پھر قتل سے موت ہی واقع ہوتی ہے۔ انہوں نے نہ کیا خدا نے خود موت دے دی تو اٹھائے جانے میں کیا فضیلت مذکور ہے۔ ہر نیک آدمی کی رُوح بعد مرگ اٹھائی جاتی ہے۔ لیکن یہاں عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھانے کا ذکر ہے اور عیسیٰ صرف رُوح کا نام نہیں بلکہ روح مع الجسد کا نام ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب معلم قرآن صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے معانی کی تعین فرمادی کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پہ اٹھائے گئے وہاں رہیں گے، آخر زمانے میں نازل ہوں گے، جہاد کریں گے۔ شادی کریں گے اور اولاد ہوگی۔ فوت ہو کر میرے روضہ میں دفن ہوں گے۔ اور ابوبکرؓ و عمرؓ میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اٹھیں گے۔ تو اب کسی مسلمان کو اس میں ایچ پیچ کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں رہیہ کذاب اور جھوٹے سے مدعیانِ نبوت تو انہیں قرآن کی شرح کرنے کا حق کس نے دیا ہے، جب حضور صلی اللہ علیہ کی ختم نبوت پر اجماع امت ہے۔ آپ کا ارشاد لانبی بعدی، روز روشن کی طرح واضح ہے اور حد ہے کہ آپ نے دجال تک کی خبر دی اور اس کے فتنے سے بچنے کا حکم

انہیں ایسا معجزہ بخشا کہ جادوگر عاجز آگئے۔ عہدِ عیسوی حکیموں اور طبیبوں کا عہد تھا۔ ان کے معجزات اپنے اہل زمانہ کے مقابل تھے۔ اور عہدِ نبوی صلعم فصاحت و بلاغت کا زمانہ تھا۔ سو آپؐ کا بہت بڑا معجزہ اور زندہ معجزہ قرآنِ حکیم تھا اور ہے اور رہے گا۔ جس کے سامنے فصحائے عرب کی فصاحت بھی نہ جم سکی۔

ان مثل عیسٰی عند اللہ ...... فان اللہ علیما بالمفسدین ۱۲ع ۵۹ تا ۶۳۔

عیسٰی علیہ السلام اللہ کے نزدیک آدم علیہ السلام کی طرح ہیں۔ ان کی پیدائش بغیر ماں باپ کے ہے۔ اللہ نے مٹی سے بنایا اور فرمایا ہوجا وہ فوراً ہوگیا۔ ایسے عیسٰی علیہ السلام بحکمِ الٰہی بغیر باپ کے پیدا ہوئے یہ مکالمہ نجران کے عیسائیوں کے ساتھ ہوا جب انہوں نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی الوہیت ثابت کرنا چاہی تو اس دلیل پہ بڑا زور دیا گیا کہ اگر حضرت عیسٰی علیہ السلام خدا کے بیٹے نہیں تو پھر ان کا باپ کون تھا۔ یہ تک نہ سوچا کہ کبھی آدمی کے ہاں بکری کا بچہ یا بھینس میں سے انسان کا بچہ پیدا نہیں ہوتا حالانکہ دونوں حیوان ہیں۔ صرف نوع علیحدہ ہے جنس کا اشتراک موجود۔ خدا اور انسان میں نہ جنسی اشتراک ہے نہ نوعی بلکہ اللہ ہر چیز سے بے نیاز اور قدیر ہے انسان محتاج اور حادث بھلا خدا سے انسان کیسے پیدا ہونے لگا جو کھاتا تھا پیتا تھا سوتا تھا اور اس کو موت بھی آئے گی۔ تمام احتیاجات انسانی لئے ہوئے تھا۔ اللہ تو اس سے ورا الورا ہے نہ کسی کا والد ہے نہ مولود نہ کوئی اس کا کفو ہے۔ سو ارشاد ہوا کہ عیسٰی علیہ السلام کا صرف بغیر باپ کے پیدا ہونا حیران کن ہے یا آدم علیہ السلام کا بغیر باپ اور بغیر ماں کے۔ اللہ قادر ہے جیسے چاہے کر سکتا ہے۔

یہاں سے علماء نے قیاس کو حجت شرعی قرار دیا ہے کہ آدم علیہ السلام کی تخلیق پر قیاس کرتے ہوئے عیسٰی علیہ السلام کی بغیر باپ کے پیدائش کا جواز پیش کیا گیا ہے۔ فرمایا یہی حق ہے تو تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس آچکا۔ علوم روح کی غذا ہیں خصوصاً کتاب اللہ اس لئے یہاں اللہ کا صفاتی نام رب ارشاد ہوا کہ تربیت کے لئے ضروری تھا کہ مادی غذا کے ساتھ روحانی غذا کا اہتمام بھی کیا جاتا اور اسے مخاطب اس میں شبہ کرنے کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔ یہاں سے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرماتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ کی شہادت اور واضح دلائل کے بعد بھی اگر کوئی آپؐ سے جھگڑا کرے اور آپؐ کے ارشادات کو تسلیم نہ کرے حالانکہ دلائل عقلی اور نقلی دونوں طرح کے موجود ہیں، تو اس سے فرما دیجئے کہ آؤ اپنے اپنے بچوں کو اپنی اپنی عورتوں کو اور اپنی اپنی جانوں کو جمع کریں اور اللہ سے دعا کریں کہ جو گروہ بھی جھوٹا ہے اللہ اس پر لعنت کرے یعنی اپنی رحمت سے محروم کردے اور اپنا غضب اس پہ نازل کرے۔ یہاں شیعہ حضرات کی دسیسہ کاریوں سے مفسرین کرام نے عجیب

ٹھوکریں کھائی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ جونہی آئت نازل ہوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ کو طلب فرمایا اور اسی حالت میں کہ حضرت حسینؓ آپ کی گود میں تھے۔ حضرت حسنؓ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور پیچھے حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ تھے۔ گھر سے میدان کو تشریف لے چلے۔ یہاں ذرا سا رکیئے اور دیکھیے بخران کا وفد تین اشخاص پر مشتمل تھا جن کے نام شرجیل، عبداللہ بن شرجیل اور جبار بن فیض۔ یہ پوری قوم کے نمائندہ تھے ان کے بیوی بچے بخران میں تھے جو آج بھی مدینہ منورہ سے ہوائی جہاز کے ذریعے آٹھ سو کلومیٹر دور ہے۔ رہا زمینی راستہ وہ ممکن ہے بارہ سو بھی ہو۔ پھر اس پہ بھی سب مفسرین متفق ہیں کہ انہوں نے مباہلہ سے انکار کر دیا اور جزیہ دینا قبول کر لیا۔ پھر کیا وجہ تھی کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم مائی صاحبہؓ اور حسنینؓ کریمین کو حضرت علیؓ کو لیکر میدان کو چل دیئے۔ ایسی حرکت تو کسی عام آدمی سے بھی متوقع نہیں کہ ایک شخص کے بیوی بچے ہزاروں میل دور ہوں اور وہ اسے کہہ رہا ہو کہ میں اپنے بچے میدان میں لے آیا ہوں تم بھی لے آؤ چہ جائیکہ اس بات کی نسبت آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی جائے اور پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نساءَ نا کا مصداق گردانا گیا کہ ابناءَ نا و نساءَنا سے مراد تو بیوی بچے ہوئے۔ اب یہ جملہ حضرات بچوں کی فہرست میں تو آگئے کہ حضرت علیؓ بھی آپ کے بچے ہی تھے بحیثیت داماد اور ویسے بھی آپؐ کے پروردہ تھے، تو بیوی کی جگہ کون بلایا گیا۔ نساءَ نا سے مراد کون ہیں۔ اس سے بھی عجیب تر استدلال شیعہ کا یہ ہے کہ انفسنا سے مراد حضرت علیؓ ہیں اور حضرت علیؓ نفسِ نبی ہیں۔ اس لئے خلافت و امارت حضرت علیؓ کا حق تھا کہ امارت کا حق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ تھا۔ اور حضرت علیؓ نفسِ نبی ہو کر فضائل میں برابر ہو گئے لیکن یہاں یہ بات بھول جاتے ہیں کہ حضرت علی نبی پاکؐ کے داماد بھی تھے۔ بھلا نفسِ نبی کا بنتِ نبی سے نکاح کیسے ہو گیا۔ بریں عقل و دانش بباید گریست۔ دراصل یہاں مراد جملہ مومنین متبعین، ان کی ازواج و اولاد ہے کہ تم نصاریٰ کی طرف سے دعا کرو میں مسلمانوں کی طرف سے دعا کرتا ہوں۔ اس پر یہ حدیثِ پاک بھی شاہد ہے کہ قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اہل بخران کے سروں پر عذاب آہی گیا تھا اگر وہ مباہلہ کرتے تو ان کی صورتیں مسخ ہو کر بندروں اور سوروں کی بن جاتیں۔ ساری وادی بھڑکتی ہوئی آگ سے بھر جاتی۔ بخران کے رہنے والے یہاں تک کہ درختوں پہ پرندے بھی بیخ و بن سے تباہ ہو جاتے اور سال پلٹنے نہ پاتا کہ سارے عیسائی ہلاک ہو جاتے (مظہری) یہ سارے عیسائی کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ ابناءَنا و نساءَنا و انفسنا سے مراد جملہ متبعین اور سب کے بیوی بچے ہیں کہ جو حق پہ ہے باقی رہے اور

جو غلط ہے مٹ جانے مگر عیسائی اس سے خوف زدہ ہو گئے وہ تو جانتے تھے کہ آپؐ برحق رسولؐ ہیں۔ صرف اپنی سرداری و امارت اور قوم پر تسلط قائم رکھنے کے لیے انکار کر رہے تھے سو انہوں نے جزیہ دے کر امان حاصل کی اور صلح کر لی یہ جملہ واقعات جو اللہ کی کتاب میں ارشاد ہوئے سب حق ہیں اور اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں نہ ولی نہ نبی نہ کوئی فرشتہ اور نہ کوئی علاوہ ان کے یعنی عقیدۂ تثلیث کا ابطال دوبارہ ارشاد ہوا ہے اور اللہ ہی غالب ہے اور اس کی حکمت سب کو محیط ہے یعنی کمال قدرت اور احاطۂ حکمت میں بھی کوئی اس کا شریک نہیں۔ پھر الوہیت میں شرکت کی بات کیسے بن سکتی ہے۔ اگر اس کے بعد بھی اعتراض ہی کریں تو آپؐ ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیں کہ وہ فساد کرنے والوں کو خوب جانتا ہے یعنی ایمان سے روکنا یا برائی کرنا صرف گناہ ہی نہیں بلکہ ایک عالم میں بگاڑ پیدا کرنا ہے اور دنیا کو تباہی کی طرف لے جانے کے برابر ہے کہ عالم رنگ و بو ایمان و اطاعت سے قائم ہے۔ برائی اس کا بگاڑ ہے اور جب کوئی اللہ اللہ کرنے والا نہ رہا سب کا فرہی رہ گئے تو کلی طور پر تباہ ہو جائے گا۔ سو کفار نہ صرف ناشکرے ہیں بلکہ اللہ کے بنائے ہوئے جہان کو تباہی سے دوچار کرنے کے ذمہ دار بھی ہیں اور اللہ سے چھپ نہیں سکتے۔ اللہ ان سب کو خوب جانتا ہے۔ سے ۶۳

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ ٦ ع٩ ١٢
تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ
اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا
بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا
اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿٦٤﴾ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ
تُحَآجُّوْنَ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَمَاۤ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ
وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٥﴾ هٰۤاَنْتُمْ
هٰۤؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ
فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا
تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا
وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ
الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٦٧﴾ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ
اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِيُّ
الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٨﴾ وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ
يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٦٩﴾

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ
تَشْهَدُوْنَ ﴿۷۰﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ
بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۱﴾ ع

ترجمہ: رکوع ۱۴

آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان (مسلم ہونے میں) برابر ہے کہ بجز اللہ تعالےٰ کے ہم کسی اور کی عبادت نہ کریں اور اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو رب قرار نہ دے خدا تعالےٰ کو چھوڑ کر۔ پھر اگر وہ لوگ حق سے) پھر جاتے ہیں تو تم لوگ کہہ دو کہ تم (ہمارے) اس (اقرار) کے گواہ رہو کہ ہم تو ماننے والے ہیں۔ اے اہل کتاب کیوں حجت کرتے ہو (حضرت) ابراہیم کے بارے میں، حالانکہ نہیں نازل کی گئی توراۃ اور انجیل مگر ان کے (زمانے کے بہت) بعد۔ کیا پھر سمجھتے نہیں ہو؟ ہاں تم ایسے ہو کہ ایسی بات میں تو حجت کر ہی چکے تھے جس سے تم کو کسی قدر واقفیت تو تھی۔ سو ایسی بات میں کیوں حجت کرتے ہو جس سے تم کو اصلاً واقفیت نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے۔ ابراہیم (علیہ السلام) نہ تو یہودی تھے اور نہ نصرانی تھے ولیکن (البتہ) طریق مستقیم والے (یعنی) صاحب اسلام تھے اور مشرکین میں سے (بھی) نہ تھے۔ بلاشبہ سب آدمیوں میں زیادہ خصوصیت رکھنے والے (حضرت) ابراہیم کے ساتھ البتہ وہ لوگ تھے جنہوں نے ان کا اتباع کیا تھا اور یہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اور یہ ایمان والے اور اللہ تعالیٰ حامی ہیں ایمان والے کے، دل سے چاہتے ہیں بعضے لوگ اہل کتاب میں سے اس امر کو کہ تم کو (دین حق سے) گمراہ کر دیں۔ اور وہ کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے، مگر خود اپنے آپ کو اور اس کی اطلاع نہیں رکھتے۔ اے اہل کتاب کیوں کفر کرتے ہو، اللہ تعالےٰ کی آیتوں کے ساتھ حالانکہ تم اقرار کرتے ہو۔ اے اہل کتاب کیوں مخلوط کرتے ہو واقعی (مضمون یعنی نبوت محمدیہ) کو غیر واقعی سے، اور چھپاتے ہو واقعی بات کو۔ حالانکہ تم جانتے ہو۔

اسرار و معارف

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ ..... بانا مسلمون ۶۴

آپ کہہ دیجئے کہ اے اہلِ کتاب آؤ ایک ایسی بات پہ متفق ہو جائیں جو ہمارے تمہارے درمیان مسلم ہے اور وہ یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں نہ عبادات میں کسی کو اس کا شریک بنائیں، خواہ بُت ہو یا شیطان، فرشتہ ہو یا انسان اور نہ کسی کو واجب الوجود ہوتے میں اس کا شریک ٹھہرائیں۔ یعنی توحید کی دعوت تو ہر نبی نے دی ہے ہر کتاب میں موجود ہے تورات ہو یا انجیل موسیٰ ہوں یا عیسیٰ علیہ السلام ذات وصفاتِ باری میں اس کی واحدانیت کا اقرار اور عبادات کا واحد مستحق صرف اللہ کا ہونا تمام طرح کے شریکوں سے پاک اور بالاتر صرف اسی کی ذات کا ہونا تو سب انبیاء کی تعلیم ہے اور یہی دعوتِ اسلام بھی دے رہا ہے تو آؤ اس پہ متفق ہو جائیں اور آپس میں ایک دوسرے کو اللہ کے سوا رب نہ بنائیں۔ یعنی حاجت بر آری کی امید اسی سے وابستہ کرکے اللہ کے مقابل اس کی اطاعت پہ کمربستہ نہ ہو جائیں کہ اگر کوئی اللہ کا حکم پہنچاتا ہے تو یہ اطاعت اللہ کی ہوگی، جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ اسی طرح علماء اور حکام میں سے بھی جو اللہ کے حکم کی طرف بلانے گا اس کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہوگی۔ لیکن اگر کوئی شخص خلافِ شرع حکم دے تو اس کی اطاعت جائز نہیں جیسا کہ ارشاد ہے کہ اللہ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں (الحدیث) ظاہر ہے جب بھی کوئی اللہ کا حکم نظر انداز کرکے کسی کسی دوسرے کی اطاعت کرے گا تو یقیناً کسی لالچ میں یا کسی خوف میں آکر کرے گا تو اس نے اس کو اپنا رب سمجھ لیا بلکہ عملاً اختیار کر لیا اور اگر یہ شخصیت پرستی، انانیت اور طمع درمیان سے اُٹھ جائے تو آدمی کو قبولِ حق سے کوئی شے مانع نہیں ہوتی۔ اسی لئے اللہ کریم نے ایسا پیارا طریقِ تبلیغ تعلیم فرمایا کہ اے میرے حبیب انہیں انہیں معرفتِ حق کی طرف بلایئے اور انانیت وخود غرضی کی دلدل سے نکالئے جہاں ان کے دل اللہ کے لئے صاف ہوں گے تو آپ کی عظمت سے انکار نہ کرسکیں گے اور انہیں ایمان نصیب ہوگا۔ سو دعوت وتبلیغ کا طریقہ اور اصول یہ ہے کہ عظمتِ الٰہی سے دلوں کو آشنا کیا جائے اور غیر اللہ سے اُمیدیں منقطع کی جائیں۔ لیکن اگر یہ کوشش بھی بار آور نہ ہو اور وہ قبول نہ کریں تو احقاقِ حق کے لئے یہ ضرور بتا دیا جائے کہ میاں ہم تو اللہ کے فرمانبردار بندے ہیں۔ یعنی عقیدہ حقہ بیان کر دیا جائے کہ تم بھی گواہ رہو کہ ہم اللہ کی توحید اور اس کے انبیاء کی نبوت اور اس کے

احکام کو ماننے والے ہیں۔

یا اھل الکتب لم تحاجون فی ابراھیم ..... واللہ ولی المومنین ۝ آیات ۶۵ تا ۶۸

فرمایا اے اہل کتاب تمہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کے بارے میں جھگڑا کرنے کا تو حق ہی حاصل نہیں تم جو اپنے انبیاء یعنی موسیٰ و عیسیٰ علیہ السلام کا لایا ہوا دین محفوظ نہ رکھ سکے اور تورات اور انجیل کی تعلیمات محفوظ نہ رکھ سکے۔ تم ابراہیم علیہ السلام کی بات کس طرح کر سکتے ہو کہ یہود بھی اپنے آپ کو ان کے دین پہ قائم رکھنے کے مدعی ہوں اور نصاریٰ بھی حالانکہ تورات اور انجیل تو ان کے بعد نازل ہوئی۔ تقریباً ایک ہزار سال بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور عیسیٰ علیہ السلام ان کے بھی دو ہزار سال بعد سو فروعات دین میں تمہارا دعویٰ اتباع ابراہیمی کا جہالت ہے۔ کیا تم اتنا عقل بھی نہیں رکھتے بلکہ تم تو ایسے لوگ ہو کہ جو حقائق تمہارے پاس موجود ہیں یعنی تورات و انجیل اور ان میں بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ ان میں تلبیس کرتے ہو اور حق کو قبول نہ کرتے ہو نہ ظاہر تو جن حقائق کی تمہیں خبر ہی صدیاں بیت گئیں انہیں گذرے۔ اللہ ہی ان کے بارے بہتر جانتا ہے۔ تمہیں تو کوئی خبر نہیں۔ پھر ان باتوں میں جھگڑا یا مناظرہ کرنے سے کیا حاصل بلکہ حق بات یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی یعنی ان کے دین کی فروعات نہ شریعت موسوی کے مطابق تھیں اور نہ دین عیسوی کے مطابق بلکہ وہ تو تمام غلط عقائد کو رد کرنے والے اور اللہ کی اطاعت کرنے والے تھے اور موحد تھے، مشرک ہرگز نہ تھے۔ جس طرح کہ تم شرک میں مبتلا ہو کہ عزیر علیہ السلام و مسیحؑ کو اللہ کا بیٹا قرار دیتے ہو اور ملت ابراہیمی کا دعویٰ بھی کرتے ہو ان سے قریبی نسبت رکھنے والے تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی اور ہر طرح کے شرک سے دامن بچا لیا ان کے وقت میں بھی اور اب بھی جیسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ ایمان لانے والے حضرات کہ اکثر فروعات میں بھی مطابقت رکھتے ہیں۔ جیسے ختنہ کرانا، قربانی دینا، کعبہ کی طرف نماز پڑھنا وغیرہ۔ اللہ کریم تو ایمان والوں کے حامی ہیں۔ یعنی کوئی بد عقیدہ شخص ولایت کا مدعی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ بدعمل بھی ولایت خاصہ کا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ تکمیل ایمان عمل سے ہے۔

ودّت طائفۃ ..... وانتم تعلمون ۝ آیات ۶۹ تا ۷۱ ع ۱۵

فرمایا ان کی اصلاح کیا ہو گی یہ یہود تو الٹا مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوششوں میں لگے رہتے ہیں اور اللہ مسلمانوں کو تو ان کے شر سے بچاتا ہے۔ الٹا اس قبیح کوشش کا وبال ان کی اپنی گمراہی میں اضافہ کرتا ہے مگر انہیں

اس کا شعور نہیں ان سے کہیے کہ ولایت کا دعویٰ اور احکام الہٰی سے انکار کیا یہ جمع ہو سکتے ہیں حالانکہ تم وہ ہو جو جان بوجھ کر آیاتِ الہٰی کا انکار کر رہے ہو۔ تمہاری اپنی کتابوں میں بعثت محمدی کا ذکر موجود ہے۔ پھر قرآن کا اللہ کی کتاب ہونا بالکل واضح ہے۔ اے اہلِ کتاب اللہ سے حیا کرو، کیوں حق کو باطل کے ساتھ مخلوط کرتے ہو۔ یعنی احکام الہٰی کے ساتھ اپنی ہوس پوری کرنے کے لئے اپنی طرف سے عبادات شروع کرا دیتے ہو جیسا کہ آجکل کے جھوٹے مدعیان ولایت ثواب کے نام پر طرح طرح کی رسومات و بدعات شروع کرا دیتے ہیں غرض اپنی خواہشات کی تکمیل کرنا ہوتی ہے۔ اور کیوں جان بوجھ کر حق کو چھپاتے ہو۔ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف جو تمہاری کتب میں موجود ہیں کیوں ظاہر نہیں کرتے ہو۔ ع ۱۵

ع ٨ / ٥

وَقَالَتْ

طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ
يَرْجِعُوْنَ ﴿٧٢﴾ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ قُلْ
اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ
اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ
بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٧٣﴾
يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ
الْعَظِيْمِ ﴿٧٤﴾ وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ
بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ
لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ
قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ وَيَقُوْلُوْنَ
عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٥﴾ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى
بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿٧٦﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ

ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ
وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٧﴾ وَإِنَّ مِنْهُمْ
لَفَرِيقًا يَلْوٗنَ أَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوهُ
مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ج وَيَقُولُونَ
هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ
وَيَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٧٨﴾
مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ
وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِّي مِنْ
دُونِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُونُوا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ
تُعَلِّمُونَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ ﴿٧٩﴾ لا وَلَا
يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ أَرْبَابًا
أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿٨٠﴾ ع

ترجمہ: رکوع ۱۵

اور بعضے لوگوں نے اہل کتاب میں سے کہا کہ ایمان لے آؤ اس پر جو نازل کیا گیا ہے مسلمانوں پر (یعنی قرآن پر) شروع دن میں اور (پھر) انکار کر بیٹھو آخر دن میں (یعنی شام کو) عجب کیا وہ پھر جاویں۔ اور (صدق دل سے) کسی کے روبرو اقرار مت کرنا مگر ایسے شخص کے روبرو جو تمہارے دین کا پیرو ہو۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجئے کہ یقیناً ہدایت ہدایت اللہ کی ہے۔ ایسی باتیں اس لئے کرتے ہو کہ کسی اور کو بھی ایسی چیز مل رہی ہے جیسی تم کو ملی تھی یا اور لوگ تم پر غالب آجاویں تمہارے رب کے نزدیک (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجئے کہ بے شک فضل تو خدا کے قبضہ میں ہے وہ اس کو جسے چاہیں عطا فرمائیں۔ اور اللہ بڑی وسعت والے ہیں۔ خوب جاننے والے ہیں۔ خاص کر دیتے ہیں اپنی رحمت (و فضل) کے ساتھ جس کو چاہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں اور اہل کتاب میں سے بعض شخص ایسا ہے کہ (اے مخاطب) اگر تم اس کے پاس انبار کا انبار مال بھی امانت رکھ دو تو وہ (مانگنے) کے ساتھ ہی اس کو تمہارے پاس لا رکھے۔ اور ان ہی سے بعض شخص ہے اگر تم اس کے پاس ایک دینار بھی امانت رکھ دو تو وہ بھی تم کو ادا نہ کرے۔ مگر جب تک کہ تم اس کے سر پر کھڑے رہو یہ (امانت کا ادا نہ کرنا) اس سبب سے ہے کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم پر غیر اہل کتاب کے (مال کے) بارہ میں کسی طرح کا الزام نہیں۔ اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ لگاتے ہیں۔ اور (دل میں) وہ بھی جانتے ہیں کہ (خائن پر) الزام کیوں نہ ہوگا۔ جو شخص اپنے عہد کو پورا کرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے تو بے شک اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں (ایسے) متقیوں کو۔ یقیناً وہ لوگ معاوضہ حقیر لے لیتے ہیں بمقابلہ اس عہد کے جو اللہ تعالیٰ سے (انہوں نے) کیا ہے۔ اور (بمقابلہ) اپنی قسموں کے ان لوگوں کو کچھ حصہ آخرت میں (وہاں کی نعمت کا) نہ ملے گا۔ اور خدا تعالیٰ ان سے (لطف کا کلام) فرمائیں گے، اور نہ ان کی طرف (نظر محبت سے) دیکھیں گے قیامت کے روز، اور نہ ان کو پاک کریں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ اور بے شک ان میں سے بعضے ایسے ہیں کہ کج کرتے ہیں اپنی زبانوں کو کتاب (پڑھنے) میں تاکہ تم لوگ (اس ملائی ہوئی چیز کو بھی) کتاب کا جزو سمجھو حالانکہ وہ کتاب کا جزو نہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ (لفظ یا مطلب) خدا کی طرف سے ہے۔ حالانکہ وہ کسی طرح) خدا تعالیٰ کے پاس سے نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں۔ اور وہ جانتے ہیں

کسی بشر سے یہ بات نہیں ہو سکتی کہ اللہ تعالیٰ اس کو کتاب اور فہم اور نبوت عطا فرما دیں۔ پھر وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ میرے بندے بن جاؤ۔ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر ولیکن کہے گا کہ تم لوگ اللہ والے بن جاؤ۔ بوجہ اس کے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور بوجہ اس کے کہ پڑھتے ہو۔ اور نہ بتلاوے گا کہ تم فرشتوں کو اور نبیوں کو رب قرار دے لو، کیا وہ تم کو کفر کی بات بتلا دے گا، بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو۔

اسرار و معارف :

وقالت طائفۃٌ من اهل الکتب ۔۔۔۔ واللہ ذو الفضل العظیم • ۷۲ تا ۷۴

چنانچہ یہود نے مسلمانوں کو راہِ حق سے بہکانے کی ایک تجویز سوچی اور وہ یہ کہ اسلام کو قبول کر لو، مسلمانوں کے ساتھ شامل ہو جاؤ اور پھر کوئی نہ کوئی اعتراض کر کے مسلمان ہونے سے انکار کر دو، اس طرح ممکن ہے مسلمانوں کے ذہنوں میں بھی شک پیدا ہو جائے اور وہ اسلام سے کفر کی طرف لوٹ جائیں۔ یہود کی یہی کوشش بالآخر عبداللہ ابن سبا کی صورت میں تاریخِ عالم پہ اُبھری اور شہادتِ عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے لے کر ہزاروں مسلمانوں کو خاک و خون میں لوٹا گئی۔ آخر علی کرم اللہ وجہہ بھی اسی کا شکار بنے اور سانحۂ کربلا تک جا پہنچی۔ ابن سبا کے پیروکاروں نے حضرت حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو یقین دلا کر بلایا کہ کوفہ جو ایک بہت بڑا مرکز ہے اور جس کی شمشیر زن آبادی لاکھوں پہ مشتمل ہے۔ آپ کے لئے چشم براہ ہے۔ بلکہ یہاں تک لکھا کہ اگر آپ تشریف نہ لائے تو میدانِ حشر میں ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے آپ کا دامن پکڑ کر عرض کریں گے کہ اس شخص نے ہم پر ایک بدکار حاکم مسلط کر دیا تھا، اگر یہ آجاتا تو سارے عالمِ اسلام کی بات ہی دوسری ہوتی۔ ورنہ کیا یہ سوچا جا سکتا ہے کہ حضرت مستورات اور بچوں کو لے کر دمشق فتح کرنے نکلے تھے یا حضرت حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ ایسے ہی گئے گذرے تھے کہ حرمین شریفین سے اور حج کے موسم میں جب اکثر مسلمان وہاں جمع تھے کسی نے ان کا ساتھ نہ دیا۔ ہرگز نہیں بلکہ انہوں نے کسی کو دعوت ہی نہ دی نہ اس کی ضرورت سمجھی ہاں یہ ضرور ملتا ہے کہ آپ کو اکثر سرکردہ حضرات رضی نے اہلِ کوفہ پہ اعتبار کرنے سے منع کیا تھا۔ مگر آپ نے اعتبار کر ہی لیا جب کوفہ سے تین منزل دور رہ گئے تو وہی اہلِ کوفہ آپ کے مقابل آئے اور یزید کی بیعت کا تقاضا کیا۔ آپ رضی نے فرمایا عجیب لوگ ہو، تمہیں حکومت پہ اعتراض تھا، میں اس لئے آیا تھا کہ یا حکومت تمہارا جائز اعتراض رفع کرے ورنہ میں تمہاری قیادت کروں گا۔ اب اگر تمہیں کوئی اعتراض

نہیں تو میں واپس چلا جاتا ہوں اور اگر نہیں یہ تسلیم نہیں تو پھر دمشق چلو میں خود یزید سے معاملہ کر لوں گا. چنانچہ آخری بات پہ عمل ہوا اور مکہ سے کوفہ آنے والا راستہ چھوڑ کر کوفہ کے ایک طرف سے گزرتے ہوئے کربلا پہنچے جو کوفہ سے دمشق والے راستے پہ تیسری منزل ہے۔

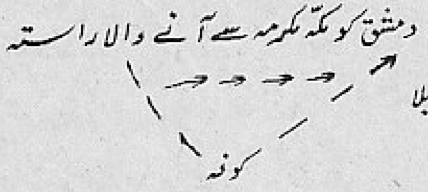

وہاں پہنچ کر اہل کوفہ یعنی ابن سبا کے پیروکار یہ سمجھے کہ اس میں بھی ہماری تباہی ہے. چنانچہ ظلما خاندانِ رسالت کو بیدردی سے شہید کر دیا اور پھر اس پر پہلی کتاب لوط بن یحییٰ ابی مخنف نے متوفی ۱۹۰ ھ نے مقتل حسین لکھی۔ یعنی محرم ۶۱ ہجری کا واقعہ ایک صدی بعد لکھا گیا اور بعد کے مورخین نے اسی سے سارا مواد لیا جو بذات خود جھوٹ کا پلندہ تھا۔ اور پھر یہود کا کمال دیکھو کہ اس پر بھی مزید تین صدیاں گذرنے کے بعد مسلکِ جعفری نام سے ایک متوازی اسلام پیش کر دیا جو کلمہ سے لے کر نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، نکاح طلاق، بیع شراحتی کہ جنازہ اور دفن میت تک علیحدہ بلکہ اسلام کے مخالف اور مقابل اپنے احکام کا حامل ہے اور اس طرح سے ایک جم غفیر کو دوزخ میں جھونک کر اپنا خبث باطن ظاہر کیا اور دل کی آگ سرد کی۔ حیرت ان لوگوں پہ ہے جنہوں نے یہ بھی نہیں سوچا کہ واقعہ کربلا ایک مقابل مذہب بنانے کا جواز کیسے مہیا کرتا ہے اور قرآن کا انکار اور کلمہ اسلام کا انکار عقائد عبادات سے روگردانی کیا یہ سانحہ کربلا کا حاصل ہیں۔ اللہ صحیح سمجھ اور سوچ عطا فرماتے. آمین

پھر یہود نے طے کیا کہ صرف اس آدمی کو دل سے قبول کرو جو تمہارے مذہب کو قبول کرے ورنہ مسلمانوں کو دھوکہ میں رکھو۔ ارشاد ہوا کہ ان سے فرما دیجئے کہ ہدایت وہی ہے جو اللہ کی جانب سے ہو۔ یعنی خاندان رسول اللہؐ کی طرف سے ہدایت یافتہ ہیں اور تم پھونکوں سے یہ چراغ بجھا نہیں سکتے. تم اس بات پہ جلتے ہو کہ کسی اور کو اللہ کی طرف سے کتاب اور عظمت کیوں عطا ہوئی جب کہ تم اپنی کتاب کی اصل صورت بھی قائم نہیں رکھ سکے۔ تو یہ لوگ تو رب العالمین کے روبرو تم پہ حجت قائم کر دیں گے یا دنیا میں تمہاری بداعمالیوں کو طشت از بام کر کے تمہاری سیادت کو فنا کر دیں گے. تو ان سے فرما دیجئے کہ فضیلت اللہ کے ہاتھ میں ہے، جسے چاہے سرفراز کر دے - اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو عالم کی سرداری بخشی اور آپ کے جاں نثاروں کو جہانوں پہ فضیلت عطا کرنے والا وہی ہے وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے لئے چن لیتا ہے۔ وہ بہت بڑے فضل والا ہے۔ یہاں دلیل ہے کہ ولایت کلی

کی وراثت نہیں۔ اللہ جسے اپنی رحمت سے چن لے اس کی مرضی جس قدر چاہے بلندی منازل یا اعلیٰ مناصب عطا کردے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کو یہ عظمت کیوں ملی کہ اللہ کی اپنی عطا ہے اور وہ اپنی پسند سے نوازتا ہے۔

ومن اھل الکتٰب من ان تامنہ ۔۔۔۔۔ ولھم عذابٌ الیمہ ۷۵ تا ۷۷

اہل کتاب میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کے پاس ڈھیروں مال امانت رکھ دو تو وہ پورا پورا لوٹا دیں گے اور ایسے بدکار بھی ہیں کہ اگر ایک دینار بھی رکھ دو تو واپس ملنا محال ہو جائے گا۔ یعنی بعض لوگ عملی زندگی میں کھرے اور صاف بھی ہیں۔ گویا اچھائی کی تعریف کی جائے گی خواہ وہ کافروں میں ہی پائی جائے۔ یہ اور بات ہے کہ کافر کو آخرت میں اس کا اجر نہ ملے گا کہ اجر آخرت کا مدار عقیدہ پر ہے۔ اگر آخرت کو مانتا ہی نہیں یا ایسا نہیں مانتا جیسا اللہ کا رسولؐ ماننے کا حکم دیتا ہے تو پھر اجر آخرت سے تو محروم رہا لیکن یہ بھی کیا کم ہے کہ برائی سے بچ کر عذاب آخرت کی زیادتی سے تو بچ گیا اور دنیا میں جو اجر ملتا ہے اس کے لئے ایمان شرط نہیں۔ مثلاً دیانتداری سے تجارت کرے تو فارغ البالی نصیب ہوگی۔ دوسروں کی آبرو سے نہ کھیلے تو اللہ اس کی آبرو کی حفاظت کرے گا۔ یہ دونوں امور اس وقت یورپ میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ یعنی دین مثالی ہے تو دولت کے بھی ڈھیر ہیں۔ آبرو کے معاملہ میں آزاد ہیں پھر کسی کی بھی آبرو محفوظ نہیں۔ اور یہ خیانت اس خیال باطل کی وجہ سے کرتے ہیں کہ غیر اہل کتاب کے بارے میں ہم سے کوئی پوچھ نہ ہوگی۔ کس قدر ظالم ہیں کہ اللہ پہ جھوٹ بولتے ہیں اور اتنی دیدہ دلیری کا مظاہرہ کہ خود جانتے ہیں کہ یہ اللہ کا حکم ہرگز نہیں ہے۔ اللہ کا دین تنگ نظری کا نام نہیں ہے کہ کسی کے ہنر کی داد بھی نہ دو اور جو مسلمان نہ ہو اسے دنیا میں رہنے کا حق ہی نہ دو یا اس کا مال چھین لو۔ ہرگز نہیں بلکہ اللہ کا دین تو یہ ہے جس کسی نے اپنا وعدہ پورا کیا، اللہ کی توحید، اس کے انبیاء کو مانا اور اپنی زندگی کو اللہ کے حکم کے مطابق بسر کیا۔ کفر و خیانت سے بچتا رہا تو یقیناً اللہ ایسے متقی اشخاص کو پسند فرماتا ہے۔ اللہ کریم صحیح العقیدہ فرائض کو ادا کرنے والے اور منہیات سے بچنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ یعنی کسی بھی بدعقیدہ یا بدعتی اور بے عمل کو ولایت خاصہ نصیب نہیں ہو سکتی وہ اللہ کا محبوب نہیں بن سکتا۔ عقیدہ درست ہو اور عمل کے لئے پوری طرح کوشاں پھر اللہ قبول فرمائے اور اپنی رحمت سے نوازے تو بات بنتی ہے۔ ایسے لوگ جو چند ٹکوں کے عوض ایمان ہی نہیں بیچتے بلکہ جھوٹ اور فریب پر قسمیں کھانے کو بھی تیار رہتے ہیں، بلکہ قسمیں کھاتے ہیں ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں جیسی طرح کہ یہود نے عقائد کو مسخ کیا اور پھر قسمیں کھا کھا کر اپنے متبعین کو یقین دلاتے تھے کہ یہ حق ہے بے غرض صرف حصولِ اقتدار اور ہوس زر تھی یا آج اگر کوئی صاحب حال نہیں ہے مگر لوگوں کو اس غلط فہمی میں مبتلا کر کے ان

کا پیشوا بنا ہوا ہے اور ان کے مال لوٹ رہا ہے یہ اسی زمرے میں آتا ہے اگر کوئی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے یا ولایت کا تو دعوے میں فرق ہوگا۔ جھوٹ بولنے میں تو کوئی فرق نہیں۔ سو ایسے لوگ نہ صرف مال لوٹتے ہیں بلکہ اصل زد ایمان و عقائد پہ پڑتی ہے جو ایسوں کی صحبت میں برباد ہو جاتے ہیں۔ سو جس کسی نے بھی یہ جرم کیا آخرت سے محروم ہوا۔ اللہ اس سے ہرگز کلام نہ فرمائے گا نہ اس کی طرف نگاہ فرمائے گا اور نہ روز حشر اسے پاک کرے گا بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ گویا مکالمۂ باری تعالیٰ بڑا انعام ہے جو نزولِ رحمت اور تزکیہ کا سبب ہے۔ سو ایسے حضرات جو اخص الخاص ہوتے ہیں اور الہام کی دولت سے یا القا کی نعمت سے نوازے جاتے ہیں یہ ان کے تزکیہ باطن پر دلیل ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ بدکار شخص اگر الہام و القا کا دعویٰ کرے تو جھوٹ کہتا ہے کہ یہ دینداروں اور صالحین کا حصہ ہے۔

وان منھم لفریقا یلون ..... بعد اذ انتم مسلمون ۷۸ ع ۱۹ تا ۸۰

اہلِ کتاب میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو زبان کو مروڑ کر کتاب کو پڑھتے ہیں۔ یعنی اصل لفظ اور ہوتا ہے یہ پڑھنے میں اسے اور بنا دیتے ہیں تاکہ سننے والا یہ سمجھے کہ یہ اللہ کی کتاب میں ایسا ہی لکھا ہے حالانکہ ایسا ہوتا نہیں۔ کتب سابقہ میں الفاظ کیا آیات تک بلکہ مضمون تک بدل دیئے گئے اور جو اپنی طرف سے درج کیا گیا اسی کو اللہ کا فرمان منوانے کے لئے اصرار کیا گیا مگر قرآنِ حکیم کے الفاظ بدلنا انسانی بس کی بات نہیں۔ اللہ نے خود اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے، یہاں ایسے بے دینوں نے یہ راہ نکالی کہ الفاظ تو رہنے دیئے اور مفہوم و معانی کو بدل دیا اور لگے لغات کے داؤ پیچ لڑانے حالانکہ معانی و مفہوم صرف وہ قابلِ قبول ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم فرمایا اور صحابہؓ نے سمجھا پھر اس پر عمل کیا سو جو لوگ یہ ظلم کرتے ہیں کہ اپنے داخل کردہ مضامین کو اللہ کی طرف سے بتاتے ہیں وہ جان بوجھ کر اللہ کی ذات پہ جھوٹ بولتے ہیں کہ اللہ کی بات انسانوں تک پہنچانے کا واحد ذریعہ اللہ کے نبی اور رسول ہیں، براہ راست بغیر نبی کی وساطت کے تو کوئی انسان دین یا شریعت حاصل نہیں کر سکتا۔ یاد رہے کہ اولیاء اللہ کو الہام یا القا ہوتا ہے تو انہیں شرعی امور کی وضاحت یا ان پہ قائم رہنے کا سبب بنتا ہے کسی کا الہام خلافِ شریعت قابلِ قبول نہیں کہ اصل ارشاداتِ رسول ہیں۔ سو جب نوعِ انسانی کے پاس اللہ کے کلام کو حاصل کرنے کا واحد ذریعہ یہی ہے تو کیا کسی انسان کو یہ زیب دیتا ہے یا ایسا ممکن ہے کہ اللہ اسے نبوت و رسالت سے سرفراز فرمائے، اسے کتاب و حکمت عطا فرمائے اور پھر وہ لوگوں کو اللہ کی عبادت چھوڑ کر اپنی پرستش پہ لگائے۔ یعنی ایسے احکام دے جو اللہ کی طرف سے نہ ہوں۔ گویا اللہ کا انتخاب معاذاللہ غلط

ٹھہرا اور اتنا اہم کام ایسے آدمی کو دیا جو ہرگز اس کا اہل نہ تھا۔ حالانکہ اہلیت بھی اللہ ہی کی دین ہے تو پھر یہ ممکن ہی نہیں اور ظاہر ہوا کہ ان کی خرافات نہ اللہ کا حکم ہے اور نہ کسی نبی کی تعلیم بلکہ انبیاء کی تعلیم یہ ہوتی ہے کہ اے لوگو اللہ والے ہو جاؤ۔ یعنی مکمل اطاعت شعار بن جاؤ جیسے کہ تم خود اللہ کی کتاب کو پڑھتے پڑھاتے، یہی بات اس میں دیکھتے ہو۔ کوئی نبی یہ نہیں کہتا کہ فرشتوں کو یا اللہ کے نبیوں کو اپنا رب یعنی اپنی ضروریات کا کفیل بنا لو۔ کیا نبی لوگوں کو اسلام لانے کے بعد کافر ہو جانے کا حکم دے سکتا ہے ہرگز نہیں اور یہ تو کفر ہے، یعنی اللہ کے سوا کسی کو رب جاننا۔ ع

۱۶

وَاِذْ
اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ
كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا
مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ
وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ
فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ فَمَنْ
تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ اَفَغَيْرَ
دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾
قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ
عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ
وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ
مِنْ رَّبِّهِمْ ۪ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۫
وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ
الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي

الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۸۵﴾ كَيْفَ يَهْدِى اللّٰهُ
قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ
الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ط وَاللّٰهُ لَا
يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۶﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ
اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ
اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۷﴾ لا خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ج لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ
الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۸﴾ لا اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا
مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا قف فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ ﴿۸۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ
ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ج وَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الضَّآلُّوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ
كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ
ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ط اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ
اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۹۱﴾ ع

ترجمہ: رکوع ۱۶

اور جب کہ اللہ تعالےٰ نے عہد لیا انبیاء (علیہم السلام) سے کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور علم دوں
پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آوے جو مصدق ہو اُس کا جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور اس
رسول پر اعتقاد بھی لانا اور اُس کی طرف داری بھی کرنا۔ فرمایا کہ آیا تم نے اقرار کیا اور اس پر
میرا عہد قبول کیا۔ وہ بولے کہ ہم نے اقرار کیا، ارشاد فرمایا تو گواہ رہنا اور میں اس پر
تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں ۔ سو جو شخص روگردانی کرے گا بعد اس کے تو ایسے ہی
لوگ بے حکمی کرنے والے ہیں ۔ کیا پھر دین خداوندی کے سوا اور کسی طریقے کو چاہتے ہیں۔ حالانکہ
حق تعالےٰ کے سامنے سب سر افگندہ ہیں جتنے آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ خوشی سے اور بے اختیاری
سے اور سب خدا ہی کی طرف لوٹائے جاویں گے۔ آپ فرما دیجئے کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس پر
جو ہمارے پاس بھیجا گیا۔ اور اس پر جو ابراہیمؑ و اسمعیلؑ و اسحٰقؑ و یعقوبؑ
اور اولاد یعقوب کی طرف بھیجا گیا۔ اور اس پر بھی جو موسےٰؑ و عیسیٰ اور دوسرے نبیوں کو دیا گیا
ان کے پروردگار کی طرف سے اس کیفیت سے کہ ہم ان میں سے کسی ایک میں بھی تفریق نہیں کرتے
اور ہم تو اللہ ہی کے مطیع ہیں۔ اور جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو طلب کرے گا تو وہ اس
سے مقبول نہ ہوگا۔ اور وہ آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا۔ اللہ تعالےٰ ایسے لوگوں کو کیسے ہدایت
کریں گے جو کافر ہو گئے بعد اپنے ایمان لانے کے اور بعد اپنے اس اقرار کے کہ رسول سچے ہیں۔
اور بعد اس کے کہ ان کو واضح دلائل پہنچ چکے تھے اور اللہ تعالےٰ ایسے بے ڈھنگے لوگوں کو ہدایت نہیں کرتے
ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ تعالےٰ کی بھی لعنت ہو اور فرشتوں کی بھی اور آدمیوں کی بھی
سب کی۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔ ان پر سے عذاب ہلکا بھی نہ ہونے پاوے گا، اور نہ ان کو
مہلت ہی دی جاوے گی۔ ہاں! مگر جو لوگ توبہ کریں اس کے بعد اور اپنے کو سنوار لیں، سو بے شک
اللہ تعالےٰ بخش دینے والے رحمت کرنیوالے ہیں۔ بے شک جو لوگ کافر ہوئے اپنے ایمان لانے کے
بعد پھر بڑھتے رہے کفر میں ان کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی۔ اور ایسے لوگ پکے گمراہ ہیں۔ بیشک جو لوگ کافر ہوئے
اور وہ مر بھی گئے حالت کفر ہی میں سو ان میں سے زمین بھر سونا بھی نہ لیا جاوے گا۔ اگرچہ وہ معاوضہ میں
اس کو بھی دینا چاہے گا۔ ان لوگوں کی سزا دردناک ہوگی۔ اور ان کے کوئی حامی بھی نہ ہوں گے۔

اسرار و معارف

واذ اخذ اللہ میثاق النبیین ۔۔ ۔ ۔۔ وھو فی الاخرۃ من الخسرین ۰ ۸۱ تا ۸۵

اور یہ نبی جس کا انکار کرنے کے لئے یہود طرح طرح کی حیلہ جوئیاں کر رہے ہیں یہ تو ایسی عظیم ہستی ہے کہ تمام نوعِ انسانی کو نبی ہے نہ صرف نبی الامت ہے بلکہ نبی الانبیا اور امام المرسلین ہے۔ اس کی شان تو یہ ہے کہ اللہ نے تمام انبیاء سے یہ عہد لیا تھا کہ جب تمہیں کتاب و حکمت عطا ہو یعنی تم بحیثیت نبی کے مبعوث کئے جاؤ۔ یاد رہے کہ کتُب کے ساتھ ہر جگہ حکمت اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کتُب الٰہیہ کے معانی بھی من جانب اللہ حکمت کے نام سے انبیاء کو تعلیم کئے جاتے ہیں اور کوئی ایسا معنی جو پیغمبر کے ارشاد کردہ معانی کے مطابق نہ ہو ہرگز قابلِ قبول نہ ہوگا۔ سو تمہارے پاس اللہ کا رسول آئے جو تمہاری بھی تصدیق کرنے والا ہو، تو تمہیں ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنا ہوگی۔ فرمایا کیا تم نے عہد کر لیا۔ عرض کیا کر لیا یا اللہ تو حکم ہوا کہ گواہ رہو میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔ اصل فیضانِ باری جو مخلوق کو نصیب ہوا اس سارے کا واحد واسطہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذاتِ ستودہ صفات ہے کہ تمام عطایا کی اصل رحمت ہے خواہ ولایت ہو یا نبوت یا رسالت قربِ الٰہی کے منازل ہوں یا جنت الفردوس جملہ بخشش کی بنیاد رحمت ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مجسم رحمت۔ سو بقول علامہ سبکیؒ کوئی ایسا نبی نہیں گذرا جس نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر خود ایمان لانے کا عہد نہ کیا ہو یا اپنی امت کو حضورؐ پر ایمان لانے اور تائید و نصرت کی تاکید نہ فرمائی ہو کہ آپ کی نبوتِ عامہ ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔ بعثت الی الناس کافۃ" اور آپؐ کی نبوت کا زمانہ آدم علیہ السلام سے لیکر قیامت تک ساری انسانیت کو محیط ہے۔ اس لئے ہر مرنے والے سے جہاں اللہ کی ربوبیت اور اپنے نبی کے بارے نیز دین کے بارے سوال ہوتا ہے وہاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بارے بھی ضرور پوچھا جاتا ہے۔ اگرچہ آدم علیہ السلام کے زمانے میں دفن ہوا یا عہدِ نوح علیہ السلام میں ہر ایک سے سوال ہوتا ہے۔ اور یہ بھی پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو پہچاننا ایمان کے ساتھ ہوگا، جو لوگ آپؐ کی بعثت سے صدیوں پہلے بھی گذر گئے۔ اگر ان کا ایمان آپؐ کے ساتھ تھا تو ضرور پہچان لیں گے اور ایسے لوگ جنہوں نے دنیا میں آپؐ کو دیکھا بھی مگر ایمان نصیب نہ ہوا۔ برزخ میں آپ کو دیکھنے اور پہچاننے کی سعادت سے محروم رہیں گے۔

سوارشاد ہوا۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی آپ کو نہ مانتے اور روگردانی کرے تو ایسے لوگ نافرمان ہیں۔ کیا یہ لوگ اللہ کے ارشاد کردہ دین کے علاوہ کوئی دین تلاش کرنا یا اپنانا چاہتے ہیں حالانکہ ارض وسماء میں جو کچھ بھی ہے جو کوئی بھی ہے اپنی پسند سے یا مجبوراً سب کے سر اسی کی بارگاہ میں جھکے ہوتے ہیں اور بالآخر سب کو اسی کے در پہ حاضر ہونا ہے۔ سو اے مخاطب تو کہہ دے کہ ہم تو اللہ پہ ایمان لائے اور اس بات کو حق مانا جو ہم پہ نازل ہوئی جو کچھ ہم سے پہلے حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسمٰعیل، اسحاق، یعقوب علیہما السلام اور ان کی اولاد پہ نازل ہوا نیز جو کچھ ہم سے پہلے حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کو عطا ہوا یا جو بھی انبیاء کو ان کے رب کی طرف سے بخشا گیا ہم سب پہ ایمان رکھتے ہیں اور انبیاء میں ہرگز تفریق نہیں کرتے کہ کسی کو مانیں کسی کا انکار کردیں اور ہم تو اللہ ہی کے اطاعت گذار اور فرمانبردار ہیں اور یہی اسلام ہے کہ ہر نبی کی دعوت اپنے وقت میں قابلِ اتباع اور ہمیشہ کے لئے ایمان لانے کے لائق تھی۔ سو ہر نبی نے توحید کی دعوت دی، اپنی نبوت کا اقرار لیا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار لیا۔ عبادات وفروعات ہر عہد اور ہر قوم کے لئے اپنے اپنے تھے۔ اس طرح جب بھی کوئی نبی مبعوث ہوا، اس کی اطاعت کا نام اسلام ہے اور اب تمام انبیاء کے ساتھ ایمان اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اسلام ہے۔ اب خواہ کوئی ہو اس کے سوا کوئی بھی دوسری راہ اپنانا چاہے، تو ہرگز قبول نہ ہوگا بلکہ وہی شخص ابدی اور دائمی نقصان اٹھانے والا ہوگا اور ہمیشہ کی بربادی کا شکار۔

کیف یھدی اللہ قوما ...... وما لھم من نٰصرین ۰ ع ۸۶ تا ۹۱

اب ایسے لوگوں کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہ ایمان لاچکے یعنی اپنے نبی اور کتاب کی وساطت سے مان چکے اور گواہی دے چکے کہ اللہ کا رسولؐ سچا ہے اور پھر آپؐ کے معجزات قاہرہ اور دلائل باہرہ کو دیکھا تھا مگر انکار کردیا اور کافر ہوگئے۔ یعنی کفروا بعد ایمانھم تو ایسے ظالموں کو اللہ ہدایت نہیں فرماتا۔ سیدھے راستے پر بخشش اور جنت کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا نہیں کرتا۔ ایسے لوگوں کی سزا تو یہ ہے کہ ان پر لعنت ہے اللہ کی، اللہ کی رحمت سے دور کردیئے گئے اور فرشتوں اور سب لوگوں کی طرف سے ان پہ لعنت ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے نہ کبھی ان کے عذاب میں کمی واقع ہوگی اور نہ کبھی دم لینے دیا جائے گا۔ ہاں ایک صورت ہے کہ اس ظلم سے باز آجائیں توبہ کرلیں اور اپنی عقیدۃً وعملاً اصلاح کرلیں، تو یقیناً اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہ کیا وسعت ہے رحمت باری کی جس کی انتہا نہیں۔ کہ سب کچھ کر گذرنے کے بعد بھی توبہ کرلے تو مغفرت سے

محروم نہ رہے گا ۔ اور جو لوگ ایمان لانے کے بعد پھر مرتد ہوئے ۔ اصل مراد تو اہلِ کتاب ہی ہیں کہ اپنی کتاب کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہ ایمان بھی رکھتے تھے اور آپؐ کی بعثت کے منتظر تھے مگر جب وقت آیا تو کافر ہو گئے اور پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے ۔ ایسوں کی توبہ بھی قبول نہ ہوگی ۔ یعنی انہیں توبہ کی توفیق بھی نہ ملے گی کہ گناہوں کی بھی ایک حد ہے ۔ اس کے بعد دل اس قدر سیاہ ہو گا کہ ایسے کو توبہ کی توفیق ہی نہیں ملتی ۔ ایسے ہی لوگ رہ گم کردہ ہیں اور یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور اسی پر مرے تو اگر وہ اس قدر دولتمند بھی ہوں کہ زمین کے برابر سونا ان کے پاس ہو پھر آخرت میں ساتھ بھی لے جائیں جو دونوں امر محال ہیں تو بھی اسے بدلہ میں دے کر جان نہیں بچا سکتے ۔ یعنی کفر پہ موت آجائے تو پھر نجات کا کوئی راستہ نہیں ابدالآباد جہنم میں رہنا ہوگا ۔ اللہ اس سے اپنی پناہ میں رکھے ۔ ایسے لوگوں کی سزا بھی دردناک ہوگی اور کوئی ان کا مددگار بھی نہ ہوگا نہ کوئی سفارش یا شفاعت کرے گا نہ مدد و حمایت ۔ والحمد للہ رب العلمین

پارہ تلک الرسل ختم ہوا

۱۷ رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ ۔ ۲۹ جون ۱۹۸۳ء